تنظیم اسلامی کا ترجمان

15

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

3 تا 9 شعبان المعظم 1440ھ/9 تا 15 اپریل 2019ء

اجتماعی نظام میں تبدیلی

آج کی اصطلاح میں انقلاب اس اجتماعی نظام میں کسی تبدیلی کو کہتے ہیں۔ مذہبی میدان میں کسی بڑی سے بڑی تبدیلی کو بھی انقلاب نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے' اس کو سمجھ لیجیے۔ تاریخ انسانی میں سب سے بڑی مذہبی تبدیلی 300 عیسوی میں ہوئی تھی جب شہنشاہِ روم قسطنطین اعظم نے عیسائیت اختیار کر لی تھی اور ساری سلطنت عیسائی ہوگئی تھی۔ مذہبی تاریخ کے اندر اتنی بڑی تبدیلی (conversion) کبھی نہیں ہوئی۔ سلطنتِ روما اُس وقت تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی' یعنی پورا شمالی افریقہ' پورا مشرقی یورپ اور پورا مغربی ایشیا۔ لیکن اتنی بڑی مذہبی تبدیلی کا نام کبھی انقلابات کی تاریخ میں نہیں گنوایا گیا۔ اس لیے کہ اس مذہبی تبدیلی سے سیاسی' معاشی یا سماجی نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ انقلاب (revolution) وہ تبدیلی کہلائے گی جو کسی ملک کے سیاسی نظام' معاشی نظام' یا سماجی نظام سے متعلق ہو اور بنیادی نوعیت کی ہو۔

رسول ﷺ انقلاب کا طریق انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

اداریہ
اشیاء کی گرانی اور انسانوں کی نایابی

ختم نبوت کے دو مفہوم اور اس کے تقاضے

مفتی تقی عثمانی پر قاتلانہ حملہ
گولان ہائٹس اور عمان کی بندرگاہیں

تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے......!

امانت

حق تلفی کی سزا

الھدیٰ (848)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مشرکین اور ان کے بت جہنم کا ایندھن بنیں گے

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاءِ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات: 97 تا 100

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ یٰوَیْلَنَا
قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۝۹۷ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۝۹۸ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ
وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝۹۹ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ۝۱۰۰

آیت ۹۷ ﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ﴾ ’’اور قریب آ لگے گا وہ سچا وعدہ‘ تو اُس وقت کافروں کی نگاہیں پتھرا جائیں گی۔‘‘

انتہائی خوف کی وجہ سے انسان کی آنکھ حرکت کرنا بھول جاتی ہے۔ کفار و مشرکین قیامت کے دن اسی کیفیت سے دوچار ہوں گے۔

﴿یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۝۹۷﴾ ’’(وہ کہیں گے) ہائے ہماری شامت! ہم تو اس کی طرف سے غفلت میں ہی رہے‘ بلکہ ہم خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔‘‘

ہم آخرت کا انکار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعے تمام خبریں مل چکی تھیں لیکن ہم نے غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا اور اس طرف کبھی توجہ ہی نہ کی۔

آیت ۹۸ ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ۝۹۸﴾ ’’یقیناً تم لوگ اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو‘ سب جہنم کا ایندھن بنو گے۔ تمہیں اس میں پہنچ کر رہنا ہے۔‘‘

آیت ۹۹ ﴿لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَاؕ وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝۹۹﴾ ’’اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم) میں داخل نہ ہوتے۔ اور وہ سب کے سب اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔‘‘

آیت ۱۰۰ ﴿لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ۝۱۰۰﴾ ’’انہیں اس میں چیخنا چلانا ہوگا اور وہ اس میں کچھ سن نہیں سکیں گے۔‘‘

ان کے معبود جو ان کے ساتھ ہی جل رہے ہوں گے‘ وہ ان کی اس چیخ و پکار کو سن نہیں پائیں گے۔

فرمان نبویؐ

تنگ دستوں کو معاف کرنے کا اجر

عَنْ حُذَیْفَةَ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَاتَ رَجُلٌ فَقِیْلَ لَهُ؟ قَالَ كُنْتُ اُبَایِعُ النَّاسَ فَاَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَاُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ))

(صحیح بخاری)

حضرت حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’ایک شخص مر گیا، تو اس سے پوچھا گیا تو کیا کہتا تھا؟ (یعنی تیرے پاس کوئی نیکی ہے) تو اس نے کہا: میں لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا، تو مالداروں کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دستوں کو معاف کر دیتا تھا۔ چنانچہ وہ بخش دیا گیا۔‘‘

تشریح: ایک اچھے معاشرے میں معاشی معاملات میں سختی اور سخت گیری کی بجائے نرمی اور بردباری اختیار کی جائے۔ نرم رویہ، اچھا برتاؤ اور خوش اسلوبی سے لین دین کرنا چاہیے۔ کاروبار میں مہلت دینا اور معاف کر دینا ایک اعلیٰ درجے کا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ دنیاوی و اُخروی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشیاء کی گرانی اور انسانوں کی نایابی

ملک بھر میں ایک بار پھر مہنگائی کی لہر اُٹھی ہے۔ ہر طرف دُہائی ہے: مار گئی مہنگائی، مار گئی مہنگائی۔ اِس مہنگائی سے سب سے زیادہ متاثر متوسط طبقہ ہوتا ہے۔ سرمایہ دار کے تو سرمائے میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ وہ مہنگائی کو انجوائے کرتا ہے اور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والا، متوسط طبقہ سے قدرے کم متاثر ہوتا ہے۔ پہلے ہی روٹی پانی میں ڈبو کر کھاتا تھا اور دونوں وقت کا پہلے کب ملتا تھا جو وہ مزید متاثر ہو، پہلے بھی مانگے تانگے کا کھاتا تھا، یہ روٹین پھر بھی جاری رہتی ہے اور ذہنی حالت یہ ہو چکی ہوتی ہے کہ کوئی آسودگی آئے تو تکلیف کا بھی احساس ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں انسان انسان نہیں رہتا۔ اصل میں تو یہ سب غیر عادلانہ نظام کا کیا دھرا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس معاشرے میں ظلم کا نظام ہوگا، وسائل کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوگی، وہاں دو طبقات اُبھر کر سامنے آئیں گے۔ ایک طبقہ میں دولت کی ریل پیل ہوگی اور وہ عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دوسرا طبقہ کچلا جائے گا۔ اُسے عام اور بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہوگی تو وہ ڈھور ڈنگر کی مانند ہو جائیں گے۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ عوام کو کوئی بھی تکلیف پہنچے اُسے کسی نوع کی بھی اذیت سے گزرنا پڑے وقت کی حکومت کو اُس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خاص طور پر عمران خان جو نواز شریف کے دورِ حکومت میں کنٹینر پر چڑھ کر کیا کچھ نہ کہتے تھے۔ بجلی کے بلوں پر عائد ٹیکسوں کو ظلم کہتے رہے، آج اِن ٹیکسوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ عوام کو اِس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اِس مہنگائی کی وجوہات کیا ہیں؟ اس مہنگائی کا ذمہ دار کون ہے اور کون نہیں ہے۔ ماضی میں کیا ہوتا رہا ہے؟ اب کیا ہو رہا ہے اُن کے لیے یہ سب کچھ بے معنی ہے۔

بہرحال عوام کے علم میں حقائق آنے چاہئیں۔ ہماری رائے میں اس ہوش ربا مہنگائی کی موجودہ سات ماہی حکومت کی نسبت ماضی کی حکومتیں خاص طور پر گزشتہ دس سال میں آنے والی PPP اور ن لیگ کی دو حکومتیں کہیں زیادہ ذمہ دار ہیں۔ مہنگائی کی وجہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب اشیاء کی سپلائی اور ڈیمانڈ میں فرق بڑھتا چلا جائے گا تو مہنگائی بھی بڑھے گی۔ پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ اس کی زمین کا زیادہ حصہ انتہائی زرخیز ہے۔ چاروں موسم دستیاب ہیں۔ کسان محنتی ہے۔ پانی کی اگرچہ کمی ہے، لیکن رب العزت کی رحمت سے بروقت بارشیں اکثر یہ کمی بھی پوری کر دیتی ہیں۔ لیکن صحیح منصوبہ بندی کا ایسا خوفناک بحران ہے کہ کبھی کسی شے کو کسان سڑکوں پر اس لیے پھینک دیتے ہیں کہ بیوپاری ٹرانسپورٹ کے پیسے بھی نہیں دیتا (جیسا کہ اس مرتبہ آلو کا حشر ہوا) اور بعض اوقات اس قدر نایاب ہو جاتی ہیں کہ متوسط طبقہ کیا اچھے کھاتے پیتے خاندان کی رسائی سے بھی باہر ہو جاتی ہیں۔ مہنگائی کی دوسری بڑی وجہ سیاست

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
3 تا 9 شعبان المعظم 1440ھ جلد 28
9 تا 15 اپریل 2019ء شمارہ 15
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دانوں کے بے تحاشہ ملکی اور غیر ملکی قرضے لینا اور پھر اُنھیں عوام پر خرچ کرنے کی بجائے بے دردی سے لوٹ مار کر کے غیر ممالک میں اپنی جائیدادیں بنائی جانا ہے۔ اندازہ کریں کہ پاکستان نے 1947ء سے 2008ء تک 61 سال میں قریباً 30 ارب ڈالر قرضہ لیا پاکستان پیپلز پارٹی نے 2008ء سے 2013ء تک صرف 5 سال میں 30 ارب ڈالر قرضہ لیا پھر مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے قرض لینے کے تمام ریکارڈ توڑ دیے نہ صرف 2013ء سے 2018ء تک پانچ سال میں 35 ارب ڈالر قرض لیا بلکہ بعض قرضے اوپن مارکیٹ سے 22 فیصد تک کی بلند ترین شرح سود پر لیے۔ مزید ظلم یہ کیا کہ ملک کے ہوائی اڈے، موٹرویز اور ملکی نشریاتی اداروں کو عالمی ساہوکاروں کے پاس گروی رکھ دیا، جس سے سکیورٹی کے مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔ جو کچھ گزشتہ دورِ حکومت میں گروی رکھا گیا اُس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

☆ 2013ء۔ 182 ارب روپے کے سکوک بانڈز ایشو کرنے کے لیے کراچی کے جناح انٹرنیشنل ایئر پورٹ کو گروی رکھ دیا گیا۔ یہی ایئر پورٹ 2015ء میں 17 ارب روپے اور 2016ء میں دومرتبہ 16 ارب، 80 ارب روپے کے قرضوں کو حاصل کرنے کے لیے گروی رکھوایا گیا۔ ☆ 2014ء میں موٹروے فیصل آباد لاہور سیکشن۔ اسی سال فیصل آباد پنڈی بھٹیاں سیکشن قرضوں کے لیے گروی رکھوا دیا گیا۔ ☆ وزارتِ خزانہ کی دستاویزات کے مطابق درج ذیل موٹروے سیکشنز کو قرضہ حاصل کرنے کے لیے گروی رکھوایا جا چکا ہے۔ (1) فیصل آباد پنڈی بھٹیاں موٹروے (2) اسلام آباد پشاور موٹروے (3) اسلام آباد لاہور موٹروے۔ اس کے علاوہ فیصل آباد ملتان موٹروے، اسلام آباد مری مظفر آباد ڈبل سڑک۔ جبکہ آباد بائی پاس، ڈی جی خان راجن پور ہائی وے، اوکاڑہ بائی پاس یہ سب 2007ء سے لے کر 2017ء کے درمیان گروی رکھوائی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ پی ٹی وی کے تمام اثاثہ جات کو گروی رکھ کر قرضہ حاصل کیا گیا۔ اور ریڈیو پاکستان کے تمام اثاثہ جات کو گروی رکھ کر قرضہ حاصل کیا گیا۔ 6457 ملین ڈالر 2017ء میں تجارتی خسارہ تھا۔ 1418 ملین ڈالر 2017ء میں کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ تھا۔

ان میں سے زیادہ تر مسلم لیگ ''ن'' کے وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے گروی رکھوائے۔ بہت سارے ماہرین اقتصادیات کے مطابق اسحاق ڈار نے پاکستان کو معاشی شکنجے میں ایسا پھنسا دیا ہوا ہے جس سے نکلنا آئندہ دس سال میں بھی شاید ممکن نہ ہو۔

اسمبلی ارکان کو عوامی نمائندگان کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی قانون سازی کریں جس سے عوام کے ریلیف کا سامان کیا جا سکے لیکن اسمبلیوں میں گالی گلوچ اور تُو تُو مَیں مَیں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ حکومت اور اپوزیشن بات بات پر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ لیکن اپنی تنخواہیں اور مراعات میں اضافے کے لیے حکومتی اور اپوزیشن ارکان ایک ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی معاشرہ جس میں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے اُسے انسانوں کا معاشرہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اپنے گریبان میں جھانکیں تو بدبو کے بھبھکے اُٹھتے ہیں۔ حکومت، معاشرے کے تمام طبقات جن میں ڈاکٹر، وکیل، تاجر، سیاست دان اور حکومتی اداروں کے ملازمین کی اکثریت، سب شامل ہیں۔ غریب اور کم وسائل والے عوام کو بُری طرح نوچ رہے ہیں۔

رمضان المبارک کے دوران اور عیدالفطر کے موقعہ پر اس درندگی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اشیاء کی گرانی انسانوں کی نایابی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایمان لانے اور عمل صالح کا حکم دیا تھا۔ اسلام جسے ہم ایمان سمجھتے ہیں، وہ ہمیں ماں کی آغوش میں ہی مل گیا۔ لہٰذا عمل صالح اس کا جزولاینفک نہ بن سکا اگرچہ استثنات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان کہلانے کے باوجود اور مسلمان جیسا نام رکھنے کے باوجود عمل صالح کا صدور نہیں ہوتا تو ہم قرآن پاک کی سورۃ التین (ترجمہ): ''ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا کیا اور پھر وہ ہو جاتا ہے نچلوں میں سے نچلا'' کی زد میں آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی ہو یا ملاوٹ کا مسئلہ ہو، کرپشن کی لعنت ہو یا لین دین میں ڈنڈی مارنے کا مسئلہ ہو، یہ وہ خوفناک اور زہریلے سانپ ہیں جن کی ڈسی ہوئی قوم کے لیے صرف اور صرف ایک تریاق ہے اور وہ ہے ایمان حقیقی جس کا لازمی نتیجہ عمل صالح ہے۔ وگرنہ اعمالِ بد انسانوں پر خوف اور بھوک مسلط کر دیتے ہیں۔ یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ خوف صرف وسائل کی کمی کی وجہ سے غالب نہیں آتا بلکہ وسائل کی فراوانی اگر عیش وعشرت، بے حیائی اور بے ہودگی میں مبتلا کر دے تو معاشرے کہیں زیادہ خوف زدہ ہوتے ہیں۔ بے اطمینانی اور بے چینی کی کیفیت زندگی اجیرن کر دیتی ہے یورپ کے امیر و کبیر ممالک میں خودکشی کا تناسب غریب ممالک سے زیادہ ہے۔ لہٰذا افراد اور افراد کی بنیاد پر تشکیل پانے والے معاشرے کے پاس اِس کے سوا کوئی حل نہیں کہ تعلق مع اللہ قائم کرے۔ اللہ کی زمین پر نمائندوں یعنی انبیاء ورُسل کی اطاعت کی جائے تاکہ انسان کی افزائش اور نمو فطری ہو جس کے نتیجہ میں عدل کا قیام ممکن ہوگا۔ واضح رہے کہ صرف اجتماعی عدل کا قیام ہی ہر قسم کے مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے اور ہمیں اچھا انسان ہی نہیں اچھا مسلمان بھی بنائے۔ آمین!

ختم نبوت کے دو مفہوم اور اس کے تقاضے

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 29 مارچ 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ کوئی شخص ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا کتنا ہی بڑا دعوے دار کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کا ختم نبوت پر یقین نہیں ہے تو نہ اس کا ایمان مقبول ہے اور نہ ہی اس کا اسلام مقبول ہے۔ لہٰذا سچا مسلمان وہی ہے جو ختم نبوت پر دلی یقین رکھتا ہے۔ لیکن اس حوالے سے ایک سچے مسلمان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ آج ان شاء اللہ ہم اسی حوالے سے مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ ’’(دیکھو!) محمد(ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔‘‘ (الاحزاب:40)

ختم نبوت کے دو مفہوم ہیں۔ پہلا مفہوم یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آپ ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا۔ لہٰذا اب کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ ختم نبوت کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سلسلہ نبوت کے ذریعے جو ہدایت اور راہنمائی نوعِ انسانی کو پہنچانا اللہ تعالیٰ کو مقصود تھی اس کی تکمیل ہو گئی۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے جو ہدایت شروع ہوئی تھی آپ ﷺ پر اس کی تکمیل ہو گئی۔ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے‘‘ (المائدہ:3)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے: ((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ)) ’’مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاق کے جو بلند مقامات ہیں ان کا اتمام کر دوں‘‘۔

پہلے مفہوم کی قانونی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد اب جو کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے گا تو وہ کذاب، جھوٹا، دجال اور کافر ہو گا اور اس کی تصدیق کرنے والا بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، کافر اور مرتد ہے۔ قرآن مجید میں ایسی 132 آیات ہیں جن میں صراحتاً یا اشارتاً یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح 210 معروف اور متواتر احادیث ہیں جن میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے 66 احادیث صحیحین کی ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تیس کے قریب ایسے افراد نہ اٹھا دیے جائیں جو دجال ہوں گے' کذاب ہوں گے' ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔‘‘ (صحیحین)

مرتب: ابوابراہیم

یہ تیس دجال اور کذاب مختلف مواقع پر آتے رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے ساتھ ہی مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ جیسے جھوٹے نبی سامنے آ گئے تھے۔ پھر اس کے بعد بھی ایسے دجال آتے رہے۔ ایران میں بہاء اللہ آیا۔ اسی طرح پنجاب میں غلام احمد قادیانی نے جو فتنہ پھیلایا وہ بہت بڑے پیمانے پر پھیلا ہے۔ ختم نبوت کا قانونی تقاضا یہ ہے کہ جو بھی اب نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ واجب القتل ہے۔ بہاء اللہ کی موت اگرچہ طبعی ہوئی لیکن سرکاری طور پر ایران سے بہائیت کا تقریباً خاتمہ کر دیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے وقت ہندوستان میں انگریز کی حکومت تھی' لہٰذا ہر شخص کو کھلی چھوٹ تھی۔ اکبر الٰہ آبادی نے اس حوالے سے بڑی خوبصورت بات کہی۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو آئیں' وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں
’’انا الحق‘‘ کہو اور پھانسی نہ پاؤ!

مرزا قادیانی انگریزوں کا خود کاشت پودا تھا۔ انگریزوں کو اسلامی افکار و عقائد سے اپنے نظام کو خطرہ تھا بلکہ برطانیہ کے وزیر اعظم گلیڈ سٹون نے پارلیمنٹ میں قرآن لہرا کر کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن تو جہاد و قتال کا حکم دیتا ہے لہٰذا انگریزوں کو ایک ایسا دجال چاہیے تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کر کے اسلام کی اصل روح سے دور کر سکے۔ ہمارے ہاں اگرچہ 1974ء میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا لیکن یہ ایک ادھورا فیصلہ تھا کیونکہ اس فیصلے میں مرتد کی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ اگر اس کا بھی فیصلہ ہو جاتا تو پھر وہ ایک مکمل فیصلہ ہوتا اور اس کے بعد یہاں کوئی اتنی آسانی سے قادیانی نہیں بن سکتا تھا۔ چونکہ یہ ادھورا فیصلہ تھا اس لیے اس کے کوئی خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آئے۔

تکمیل نبوت کے دو مظاہر:

محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی۔ نبی کا مفہوم ہے وحی کو وصول کرنے والا اور رسول کا مفہوم ہے وحی کو وصول کرنے کے بعد آگے اس کی تعلیم دینے والا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ فریضہ بطور احسن نبھا دیا۔ نبوت کی تکمیل کے دونوں مظاہر کا ذکر بڑا واضح طور پر قرآن میں سورۃ الصف، سورۃ التوبہ اور سورۃ الفتح کے

اندر ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ’’وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق دے کر‘ تاکہ اسے کل جنس دین پر غالب کردے۔‘‘

حضور ﷺ کو جو دو چیزیں دی گئیں‘ الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دینِ حق‘ نوٹ کیجیے کہ یہ دونوں چیزیں ابتدا سے چلی آرہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی فرما دیا گیا: ﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (البقرہ) ’’پھر جو بھی تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہوگا‘‘۔ تو ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شروع ہوگیا‘ لیکن جیسے جیسے بحیثیت مجموعی نوعِ انسانی کے شعور نے ترقی کی‘ ذہنی اور فکری سطح بلند ہوئی ویسے ہی اس ہدایت کے اندر بھی ارتقا ہوتا چلا گیا۔ ظاہر بات ہے کوئی بچہ اگر پرائمری کا طالب علم ہے اور آپ اس کے لیے پی ایچ ڈی ٹیچر رکھ دیجیے تو کیا وہ اسے پی ایچ ڈی کی تعلیم دے گا؟ یا ایم اے کا نصاب پڑھائے گا؟ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ ابھی عہد طفولیت میں ہے اور اس کے لیے ایک خاص حد سے آگے بات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یعنی جب تک نوعِ انسانی شعور کے اعتبار سے‘ اپنے فلسفیانہ فکر کے اعتبار سے‘ اپنے ذہن اور شعور کی ارتقائی منازل کے اعتبار سے پختہ کار نہیں ہوگئی تو اس عبوری دَور کے لیے ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو‘ لیکن جب نوعِ انسانی شعور کے اعتبار سے بلوغ کو پہنچ گئی تو اسے ہدایات کے بجائے ہدایت کاملہ عطا کر دی گئی۔ یعنی جو ہدایت تھی وہ اب الہدیٰ ہوگئی اور ساتھ ہی اس کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے از خود ذمہ لے لیا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر)

’’ہم نے ہی اس ’’الذکر‘‘ کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘

تورات اور انجیل بھی اللہ نے ہی نازل کی تھیں اور وہ بھی ہدایت تھی جیسے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ﴾ ’’ہم نے اتاری تھی تورات‘ اس میں ہدایت بھی تھی‘ نور بھی تھا‘‘۔ پھر انجیل کے بارے میں بھی فرمایا: ﴿فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ ’’اس میں ہدایت بھی تھی‘ نور بھی تھا‘‘۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ نے ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا؟ وجہ یہ ہے قرآن اس ہدایت کی تکمیلی شکل ہے جو بتدریج نوع انسانی کے لیے نازل کی گئی۔ لہٰذا اب اس کے بعد کوئی ہدایت نازل نہیں ہوگی‘ کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا لہٰذا ہدایت کی اس آخری شکل کو اب قیامت تک محفوظ رہنا چاہیے۔ اسی لیے اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اُٹھایا اور آپ دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے جتنی بھی آسمانی کتب نازل ہوئیں ان میں تحریف کی گئی اور اس بات کو سب مانتے بھی ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ میں نے ایک پادری سے پوچھا کہ برناباس، لوقا، یوحنا، متی میں سے کون سی انجیل ہے؟ تو اس نے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے بلکہ انجیل ان چاروں کے اندر ہے۔ یعنی انجیل اب اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ یہی سلوک تورات کے ساتھ بھی کیا گیا۔ لیکن قرآن جس حالت میں نازل ہوا تھا اُسی حالت میں آج بھی موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے خود اس کی حفاظت کی اس لیے کہ یہ ہدایت کی تکمیل شدہ شکل ہے اس کے بعد کوئی نبی یا رسول ہدایت لے کر نہیں آئے گا۔ یہ تکمیل نبوت کا پہلا مظہر ہے

جس طرح انسان کا شعور بلوغت کو پہنچا تو ہدایت مکمل ہوگئی۔ اسی طرح جب انسان تمدنی ارتقاء میں بھی

پریس ریلیز 5 اپریل 2019ء

برونائی میں نفاذ شریعت کا اعلان انتہائی قابل تحسین اور دوسرے مسلم ممالک کے لیے قابل تقلید ہے

ہم متحدہ امارات کی طرف سے بھارتی وزیراعظم اور مسلمانوں کے قاتل نریندر مودی کو سب سے بڑا سول ایوارڈ دیئے جانے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں

حافظ عاکف سعید

برونائی میں نفاذ شریعت کا اعلان انتہائی قابل تحسین اور دوسرے مسلم ممالک کے لیے قابل تقلید ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاون لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے برونائی حکومت کے اس فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا کہ ہم ان سے گزارش کریں گے کہ وہ کُل کا کُل اسلام نافذ کریں۔ انہوں نے کہا کہ باقی اسلامی ممالک کو بھی برونائی کی تقلید کرتے ہوئے مغرب کے غلبے سے نکلنے اور اللہ کے نظام کو دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خاص طور پر پاکستان جو بنا ہی اسلام کے نام پر تھا یہاں ہماری اولین ترجیح نفاذ اسلام ہونا چاہیے تھا لیکن 72 سالوں میں ہم اس طرف ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے۔ انہوں نے متحدہ عرب امارات کی طرف سے بھارت کے وزیراعظم نریندر مودی کو سب سے بڑا سول ایوارڈ دیئے جانے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ نریندر مودی بھارت کا وزیراعظم مسلمانوں کے قتل عام کی وجہ سے بنا ہے اور اس کے دورِ حکومت میں بھارت مسلمانوں کے لیے جہنم بن چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف صاف بتادیا کہ یہود اور مشرکین مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ لیکن مسلمان ان سے دوستیاں کرکے اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

بالغ ہو گیا تو دین کی بھی تکمیل ہوگئی۔ یعنی پہلے انسان غاروں میں رہتا تھا اور ہر طرف انفرادیت ہی انفرادیت تھی۔ پھر جیسے جیسے شعور میں اضافہ ہوتا گیا تو ایک ڈھیلا ڈھالا قبائلی نظام وجود میں آیا جس کا ایک سردار ہوتا تھا اور سب اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔

پھر تمدن میں مزید ترقی ہوئی تو شہری ریاستیں وجود میں آگئیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک انسان نے تمدن میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ اب بڑی بڑی عالی شان سلطنتیں وجود میں آگئی تھیں۔ جیسے روم اور ایران کی سلطنتیں تھیں۔ جن میں فوج کا نظام تھا، شہریوں پر ٹیکس لگ رہے تھے، جاگیردار، کسان، مزدور اور ہر شعبہ زندگی کے افراد کی خون پسینے کی کمائی سے من مانے ٹیکس وصول کر کے شاہی خزانے میں جمع کراتے تھے اور خود بھی عیاشیاں کرتے تھے جبکہ عام لوگ ظلم و استحصال کی چکی میں پس رہے تھے۔ ایسے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ کو ایک کامل دین دے کر بھیجا گیا جو کہ ہر لحاظ سے نظامِ عدل اجتماعی تھا اور اس میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں کے متعلق کامل راہنمائی دی گئی کہ آپ کی سیاست کیسی ہونی چاہیے، معیشت کیسی ہونی چاہیے اور معاشرت کیسی ہونی چاہیے۔ بتایا گیا کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کے پاس ہے۔ سماجی لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں۔ آج سے نہ کوئی بادشاہ ہے اور نہ کوئی غلام۔ بلکہ جو حاکم ہے وہ قوم کا خادم ہے اور روزِ محشر اس سے رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح معیشت کے حوالے سے بتایا گیا کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے یہ اللہ کی طرف سے امانت ہے اور اس میں دوسرے لوگوں کا بھی حق ہے جس کی تفاصیل بھی قرآن وحدیث میں بیان کر دی گئیں۔ اسی طرح سود کو حرام قرار دیا گیا۔ اسی طرح معاشرتی نظام کا بھی پورا ایک خاکہ دے دیا گیا۔ گویا ایک پورا politico-socio-economic system دے دیا گیا جو کہ ایک پورا نظامِ حیات ہے۔ گویا آپ ﷺ پر دین کی بھی تکمیل ہوگئی۔ یہ تکمیل نبوت کا دوسرا مظہر ہے۔

تکمیل رسالت کے دو مظاہر:

نبی کا کام وحی کو وصول کرنا تھا جبکہ رسول کا کام وحی کو وصول کرنے کے بعد اس کی تبلیغ کرنا تھا۔ گویا رسالت کا ایک درجہ تبلیغ بھی ہے۔ بہت سے نبی ہیں کہ تبلیغ کرتے ہوئے ان کی پوری زندگی گزر گئی' کہیں کوئی نظام قائم ہوا ہی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہیں ہوا۔ تبلیغ کا حق تو انہوں نے ادا کر دیا' بات کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ لیکن ایک ہے اتمام حجت۔ جیسے فرمایا: ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''تاکہ اسے غالب کر دے کل کے کل دین پر''۔ یعنی پورے نظامِ زندگی پر مشتمل دین حق کو قائم کر کے اس کی عملی شکل دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ حجت قائم کر کے دکھانا۔ ورنہ کتاب میں بہت اچھی باتیں لکھی جا سکتی ہیں کہ یہ یوں ہونا چاہیے' یہ ایسا ہونا چاہیے' افلاطون نے ایک کتاب لکھی تھی: ''The Republic'' - اس میں اس نے نقشہ کھینچا کہ نظام ایسا ہونا چاہیے' حکومت ایسی ہونی چاہیے۔ گزشتہ 2300 سال میں اس تصور پر نہ کوئی ریاست بن سکی، نہ نظام بنا لہٰذا یہ یوٹوپیا ہے' ایک خیالی جنت ہے۔ حجت اسی وقت ہو گی جب قائم کر کے دکھا دیا جائے۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ پر جو تعلیمات نازل ہوئی انہیں آپ ﷺ نے عملی طور پر نافذ کر کے دکھا بھی دیا۔ مثال کے طور پر آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے: ((سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ)) ''قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے''۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ جی ہاں' بہت اعلیٰ بات ہے لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے' سردار' سردار ہوتا ہے' خادم کیسے ہو گا؟ لیکن کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ دکھا دیا یا نہیں؟ کیا خلیفہ وقت کی حیثیت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر آٹے کی بوری اٹھا کر اس خاندان کو نہیں پہنچائی جس کے بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے؟ حالانکہ لاکھوں مربع میل کے اوپر اُن کا حکم چل رہا تھا۔ غلام نے کہا بھی کہ حضور میں لیے چلتا ہوں۔ فرمایا: نہیں' قیامت کے دن تم میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح جب دورانِ گشت رات کو آپؓ نے دردِ زہ میں مبتلا عورت کی کراہ سنی تو گھر جا کر خاتونِ اوّل یعنی اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر آئے اور آپؓ کی اہلیہ نے جا کر وہاں دایہ گیری کی۔ تو ''سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ'' کا نقشہ دکھایا یا نہیں؟ اسی طرح بیت المقدس کے سفر کے دوران انسانی مساوات کا نقشہ پیش کر کے دکھایا یا نہیں؟ جب آپؓ کا غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپؓ اونٹ کی نکیل تھامے پیدل چل رہے تھے؟ لہٰذا محمد رسول اللہ ﷺ پر رسالت کی تکمیل اس درجے میں یوں ہوئی کہ جو دین حق آپ ﷺ پر کامل ہو گیا' اسے آپ ﷺ نے عملاً قائم کر کے اور نافذ کر کے دکھایا۔ یہ ہے درحقیقت تکمیل رسالت کا مظہرِ اوّل۔

تکمیل رسالت کا مظہر ثانی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد خالص انسانی سطح (Human Level) پر کی ہے اور اس میں معجزات کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے تکلیفیں جھیل کر' مصائب برداشت کر کے' فاقے جھیل کر' زخم جھیل کر' اپنا خون زمین پر گرا کر' اپنے 259 جان نثاروں کی لاشیں دیکھ کر اور خاک وخون سے گزر کر یہ کام کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بس دعا مانگی اور بیڑا پار ہو گیا۔ تین برس کی شعب بنی ہاشم کے اندر نظر بندی کو یاد کیجیے۔ اس دوران ایسا وقت بھی آیا کہ بنوہاشم کے پھول جیسے بچے بھوک سے بلکتے تھے اور اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سوکھا چمڑا ابال کر اس کا پانی ان کے حلق کے اندر ٹپکا دیا جائے۔ پھر طائف میں کیا ہوا، جنگ اُحد کے اندر کیا ہوا؟ جنگ خندق میں آپ ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں۔ بنی اسرائیل کے لیے تو من وسلویٰ بھی اُترا لیکن آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھود رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ کام آپ ﷺ کو تکلیف دیے بغیر ایک معجزے کے طور پر بھی ہو سکتا تھا لیکن پھر ہمارا عذر ختم ہو جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جتنی تکالیف انبیاء ورُسل کو دی گئیں ان سب کی تکالیف سے میری تکالیف زیادہ ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے دین کو خالص انسانی بنیادوں پر قائم کر کے دکھایا جو کہ تکمیل رسالت کا دوسرا مظہر تھا۔ اس کا ایک مظہر یہ بھی کہ پہلے جتنے نبی اور رسول آئے وہ سب اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے جبکہ آپ ﷺ تمام انسانیت کے لیے رسول بن کر آئے۔ جیسے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (آیت ۲۸) ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر''۔

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷﴾ ''ہم نے آپ ﷺ کو (کسی ایک قوم یا کسی ایک علاقے کے لیے نہیں بلکہ) تمام (باقی صفحہ 17 پر)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

سخنے بہ نژادِ نو — نئی نسل سے کچھ باتیں (1)

حکیم الامّت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی یہ نظم (136اشعار) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اپنے بیٹے 'جاوید اقبال' (مرحوم) سے ایک 'خطاب' ہے جو دراصل برطانوی استعمار کی غلام مسلمان قوم کی نئی نسل سے نصیحت آمیز حکیمانہ باتیں ہیں جو ایک انداز میں مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالتا ہوا مستقبل بینی کا ایک ایسا باب ہے جو مومنانہ فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نئی نسل کو اپنی قومی، ملّی اور اسلامی ذمہ داریوں سے روشناس کرایا گیا ہے۔ یہ باتیں عام طور پر پند ونصائح کی کتابوں میں اور روایتی اصلاحی بیانات میں سامنے نہیں آتیں۔ یہ حکیمانہ باتیں تعمیر سیرت سے متعلق ہیں اور اصلاً حقیقت انسان سے متعلق ہیں۔ مغربی تعلیم کے حقیقت انسان میں یہ باتیں کبھی سامنے نہیں آسکتیں۔ یہ باتیں صرف اسلام نے ہی سکھائیں ہیں اور آسمانی ہدایت یعنی قرآن مجید کا حاصل ہیں۔ اس طرح تعمیر سیرت وکردار کے بعد اُمّت مسلمہ کے نوجوان اپنے دینی وملّی فرائض کی ادائیگی کے قابل ہوسکیں گے اور اُمّت کے ذمہ جو عظیم کارنامے ہیں وہ پورے ہوسکیں گے۔ جیسے خود علامہ اقبال نے اپنے اردو کلام میں کئی جگہ اس مفہوم کو ادا کیا ہے۔ ؎

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا
بے خبر! تو جوہر آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

انسانوں میں ایسے روشن ضمیر لوگ گزرے ہیں کہ جن کی سوچ زیادہ پاکیزہ، فطرت کے عین مطابق اور نظریات آبِ زمزم سے ڈھلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں انہی میں سے ایک خوش نصیب شخص کا تذکرہ خود ذات باری تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرما کر اس کو زندہ جاوید بنادیا ہے اور وہ ہیں حضرت لقمان علیہ السلام۔ ان کے نبی ہونے یا کسی نبی کے اُمتی ہونے کے بارے میں قرآن مجید نے وضاحت نہیں فرمائی مگر وہ ایک صالح ترین اور متوازن افکار کے حامل انسان ہیں۔ ان کی نصیحتیں اپنے بیٹے کو ہیں بعینہٖ علامہ اقبال کی یہ نصیحتیں اپنے بیٹے کو ہیں اور خود ہی علامہ اقبال نے اس کو اُمت مسلمہ کے نوجوانوں سے موسوم کردیا ہے اور ان میں ایسے کاموں اور رویّوں کا ذکر کردیا ہے جو یقیناً 'اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ' میں سے ہیں۔ یہی حوصلے اور اُمنگیں جب جوان ہوئیں تو پاکستان بن گیا اور اب بھی ایسے ہی سیرت وکردار کے چراغ روشن ہوں گے تو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی دیرینہ خواہش پوری ہوگی کہ پاکستان عصر حاضر میں اسلامی تعلیمات کا گہوارا بنے اور دنیا کو ہم اکیسویں صدی میں نظام خلافت قائم کرکے اسلامی تعلیمات کا ایک رول ماڈل پیش کرسکیں۔

مشرق وسطی میں ایک اور شخصیّت مولانا جلال الدین رومی کی ہے ان کی شاعری نے بھی اُمّت مسلمہ کے افکار کی تشکیل میں جادُو اثر ہونے کا ثبوت دیا ہے اور خوش قسمتی سے مولانا روم، علامہ اقبال کے مدوحین میں شامل ہیں۔ علامہ اقبال اور مولانا روم میں ایک اور بات مشترک ہے کہ دونوں کے افکار قرآن سے ماخوذ ہیں اور دونوں نے خود ہی اپنے کلام کو 'قرآنی افکار' کہا ہے اور یوں دونوں کا کلام اہل نظر میں اور عوامی سطح پر بھی بلاتشبیہ 'ہست قرآں در زبانِ پہلوی' بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں بالخصوص پاکستان کے جدید تعلیم یافتہ کو علامہ اقبال کے افکار و نظریات نیز حوصلوں، اُمنگوں اور آرزوؤں کا مصداق بنائے، آمین۔ اس کام کا گُر علامہ اقبال نے ہمیں مغربی صہیونی استعمار سے آزادی کے جذبے دے کر سمجھایا جبکہ اُمت عربیہ سے ایک خطاب 'حرفے چند با اُمّت عربیہ' میں فرمایا:

اے ز افسونِ فرنگی بے خبر فتنہ ہا در آستینِ او نگر
از فریبِ او اگر خواہی اماں اشترانش را ز حوضِ خود براں

کاش علامہ اقبال کا کوئی مثیل عالم عرب میں پیدا ہوسکے جو مغربی افکار کا اعلیٰ علمی سطح پر ابطال کرکے قرآنی تعلیمات کو آشکار کرکے دو صدیوں کا فکری جمود پاش پاش کردے۔ علامہ اقبال کے آخری الفاظ یہی تھے:

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگار ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

اس نظم کے تیرہ 13 بند ہیں اور ترجمہ وتشریح میں اسی طرح لکھے گئے ہیں۔

01۔ اے جانِ من! اس تحریر میں، میں تمہاری خاطر مزید کوئی دل بہلانے کی باتیں یا اشعار بیان نہیں کرنا چاہتا کہ اب اس طرح کی باتیں کرنا لاحاصل ہے جب تک میرے دل میں جو بات ہے وہ سامنے نہ لے آؤں۔

02۔ میں نے (بیٹے!) تم سے بہت باتیں وضاحت سے کی ہیں (اب) ایک بات میرے پاس تمہاری خاطر مزید ہے جو بالعموم مغربی تعلیمی اداروں کے نصابِ تعلیم کی کتابوں میں ناپید ہے۔

1 ایں سخن آراستن بے حاصل است — برنیاید آنچہ در قعرِ دل است!

(صرف) خوبصورت باتیں کرنا بے فائدہ ہے جب تک دل کی گہرائی میں جو کچھ ہے وہ باہر نہیں آجاتا

2 گرچہ من صد نکتہ گفتم بے حجاب — نکتۂ دارم کہ ناید در کتاب!

اگرچہ میں نے سینکڑوں نکتے کی باتیں واضح طور پر کہی ہیں ایک نکتہ کی بات اور بھی میرے پاس ہے جو (بالعموم) کتابوں (تعلیمی نصابوں) میں نہیں ملتی

دشمن کا مقصد یہ تھا کہ قوم فرقہ واریت میں الجھ جائے اور اس کی وجہ سے پاکستان میں افراتفری مچ جائے: مفتی تقی عثمانی

مولانا تقی عثمانی پر قاتلانہ حملے کے پس پردہ بھارتی عزائم: اپنی خفت مٹانے کے لیے پاکستان میں انتشار پیدا کرنا چاہتا ہے: ایوب بیگ مرزا

گولان ہائیٹس کو اسرائیل کا حصہ تسلیم کرنے کا ڈونلڈ ٹرمپ کا فیصلہ گریٹر اسرائیل کی جانب ایک اور قدم ہے: رضاء الحق

مفتی تقی عثمانی پر قاتلانہ حملہ ، گولان ہائیٹس اور عمان کی بندرگاہیں کے موضوع پر

میزبان: آصف حمید

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: مفتی تقی عثمانی صاحب پر حملے کی مذمت کن الفاظ میں ہونی چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ الفاظ میں مذمت کرانا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس ایسے کوئی الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس بدترین حملے کی مذمت کر سکوں۔ یہ ایک مذموم حملہ تھا اور ایسے فرد پر حملہ تھا جس نے اپنی ساری زندگی اللہ کے دین کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ پسر مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ہیں ان کا بہت بڑا نام ہے۔ وہ پاکستان کے آخری مفتی اعظم تھے اور ان کا سارا گھرانہ ہی دین کی خدمت میں جُتا ہوا ہے۔ مفتی تقی صاحب غیر متنازعہ شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کبھی فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ ہمیشہ ایک باوقار انداز میں اُمت کی راہنمائی کی ہے۔ جس طرح کا حملہ تھا اس میں ان کا بچ جانا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی طور پر حفاظت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے دین کی خدمت مطلوب و مقصود ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ جس طرح اس کام میں جتے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اس طرح کے حملوں کی پروا نہیں کریں گے اور اپنے کام کو مزید بڑھا دیں گے۔

سوال: علماء حق کے لیے سکیورٹی میں حکومت کیوں سنجیدہ نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: حکومت کو علماء کی سکیورٹی مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر جو اس طرح کے لوگ ہیں ان کو اگر حادثہ پیش آجائے تو ملک میں حالات خراب ہو سکتے ہیں۔ جس دن حملہ ہوا اس سے اگلے دن 23 مارچ تھا جو کہ پاکستانی قوم کے لیے ایک جشن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ حملہ کامیاب ہو جاتا تو اگلے دن پوری قوم سوگ میں ہوتی اور 23 مارچ کی یاد دب جاتی۔

سوال: آپ پر حملہ کیا ماضی کی طرح علماء کو شہید کرنے کے سلسلے کی کڑی تو نہیں؟

مفتی تقی عثمانی: غیب کا علم تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس کے کیا اسباب تھے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوشش اس بات کی ہو رہی ہے کہ پاکستان کو کمزور کیا جائے۔ خاص طور پر میرے

مرتب: محمد رفیق چودھری

ساتھ جو معاملہ ہوا اس پر اگر آپ غور کریں تو سب لوگ بالخصوص مبصر حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اصل میں 23 مارچ سے پہلے یہ حملہ کیا گیا، مقصد یہ تھا کہ 23 مارچ کی تقریبات میں ایک افراتفری پیدا کی جائے، لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کیا جائے اور پاکستان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پچھلے دنوں بھارت کے حملوں کے مقابلے میں جو کچھ سربلندی عطا فرمائی تھی اس پر ایک دھبہ لگایا جائے۔ بظاہر یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کیونکہ میرا کسی فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں تھا اور الحمد للہ! میرے تمام مکاتب فکر سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ سب مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس حملہ کو کسی فرقہ واریت سے منسوب کرنا درحقیقت دشمن کے عزائم اور ارادوں کو کامیاب بنانا ہے۔ دشمن کا مقصد یہ تھا کہ فرقہ واریت میں قوم الجھ جائے اور اس کی وجہ سے پاکستان میں افراتفری مچ جائے۔

سوال: کیا یہ علماء حق کو راستے سے ہٹانے کی سازش ہے؟

مفتی تقی عثمانی: علماء حق کے پیچھے تو یہ کافی عرصے سے لگے ہوئے ہیں اور اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کیا جائے کیونکہ علماء ہی حق بات کہنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں اور ہر واقعے پر ملت کی راہنمائی کرتے ہیں۔ وہ تو خیر علماء کی بات تھی میں تو اپنے آپ کو علماء کی صف میں بھی شامل نہیں کرتا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مجھ سے محبت کرنے والے دنیا بھر میں موجود ہیں اور دشمن کو اندازہ تھا کہ اگر یہ حادثہ ہو جاتا تو اس کو ساری دنیا میں بہت بڑا سانحہ سمجھا جاتا۔ اس کی وجہ سے پاکستان کے استحکام کو نقصان پہنچتا۔

سوال: حملے کے وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟

مفتی تقی عثمانی: الحمد للہ! مجھے وقتی طور پر کوئی گھبراہٹ اور خوف طاری نہیں ہوا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا تھا اور میرا غالب گمان یہی تھا کہ میں ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بچ جاؤں گا۔ لیکن ساتھ یہ بھی تھا کہ اگر وقت آ گیا ہے تو وہ کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اگر شہادت دیتا ہے تو وہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہوتی ہے۔

سوال: اب آپ کا آگے کیا لائحہ عمل ہوگا؟

مفتی تقی عثمانی: اب آگے یہی احساس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو موقع دیا ہے اپنی اصلاح کرنے کا، اللہ تعالیٰ سے رابطہ مزید مضبوط کرنے کا اور اس کے دین کی جو خدمت مجھ سے لی جا رہی تھی اس کو مزید آگے بڑھانے کا تو میں خود بھی دعا کرتا ہوں اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس موقع سے مزید فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور باقی ماندہ زندگی اللہ اپنی راہ میں لگانے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اپنے عمل کی اصلاح کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: ملک میں جاری لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو کیسے بہتر کیا جا سکتا ہے؟

مفتی تقی عثمانی: اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ

دوتین سال پہلے جو اس ملک کی صورت حال تھی، آج اس سے بہت بہتر ہے۔ اب لوگ کافی امن کی صورت میں زندگی بسر کر رہے ہیں خاص طور پر کراچی میں جو سالہا سال سے صورت حال رہی ہے، اس حوالے سے سب لوگ محسوس کرتے ہیں کہ بہت بہتری آئی ہے۔ بہرحال اس واقعہ کے بعد لوگوں میں ضرور تھوڑی سی بے چینی پیدا ہوئی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہی صورت حال دوبارہ لوٹ آئے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ بہرحال اکا دکا واقعات تو ہوتے رہتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ آئندہ بھی ہوں۔ لیکن ہمیں اس بات کا پورا اطمینان رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سارے ملک کو امن وامان کا گہوارا بنائے۔

ایوب بیگ مرزا: جسٹس تقی عثمانی صاحب نے بہت پرسکون انداز میں بات کی ہے اور انہوں نے بالکل صحیح نشاندہی کی ہے۔ حال ہی میں پاک بھارت کشیدگی بڑھی ہے۔ انڈیا چاہتا تھا کہ اس حوالے سے کسی ایسی شخصیت کو نشانہ بنایا جائے جو نہ صرف پاکستان کی اہم شخصیت ہو بلکہ عالم اسلام کی ایک بڑی شخصیت ہو اور ان دنوں غیر ملکی مہمان بھی آ رہے تھے بالخصوص ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد آ رہے تھے۔ اگر دشمن کامیاب ہو جاتا تو ملک سوگ میں ڈوب جاتا اور پاکستان کی کامیابی ماند پڑ جاتی۔ آپ کو معلوم ہے کہ جنرل مشرف کے دور میں مولانا تقی عثمانی صاحب کو شریعت بینچ سے نکال دیا گیا تھا اس لیے کہ مولانا سود کی مخالفت پر ڈٹ گئے تھے اور وہ یہاں سودی نظام کا خاتمہ چاہتے تھے۔ مشرف نے جب دیکھا کہ مولانا کے ہوتے وہ شریعت بینچ سے اپنے مطلب کے فیصلے نہیں کروا سکتا تو ان کو نکال دیا گیا اور اس کے بعد تمام سیاسی بھرتیاں شروع ہوگئیں۔

رضاء الحق: جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی صاحب کا پاکستان میں اسلامی فقہ میں بہت بڑا نام ہے۔ وہ فیڈرل شریعت کورٹ کے جج رہے ہیں اور ایسے جج رہے ہیں جن کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ ہمارا عدالتی نظام جو چل رہا ہے، اس کے کسی جج پر خدانخواستہ ایسا حملہ ہوا ہوتا تو ایک واویلا مچ جاتا لیکن شریعت کورٹ جو ہمارے نزدیک شاید اسلامی فقہ کی سب سے بڑی برانچ ہے اس کو اتنی کم اہمیت دی جاتی ہے کہ مولانا صاحب کے ساتھ صرف ایک گارڈ ہے۔ اس کے اوپر تھوڑا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں فیڈرل شریعت کورٹ کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہونی چاہیے لیکن ہمارے ہاں اس کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی جا رہی۔

سوال: گولان ہائیٹس کی اہمیت کیا ہے؟

رضاء الحق: ان کا اصل نام جولان ہائیٹس ہے لیکن چونکہ وہ جیم کو گاف بولتے ہیں اس لیے وہ ان کو گولان ہائیٹس کہتے ہیں۔ یہ تقریباً اٹھارہ سو سکوئر کلومیٹر پر پھیلا ہوا ایریا ہے جو شام اور بیت المقدس میں واقع ہے لیکن اس کے 12 سو کلومیٹر سکوائر ایریا پر اسرائیل نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ 1967ء میں جو چھ روزہ جنگ ہوئی تھی اس میں اسرائیل نے چار ممالک کے خلاف ایک ہی وقت میں جنگ کی تھی اور ان کو شکست بھی دی تھی۔ اس وقت بہت سارے علاقے اسرائیل نے اپنے قبضے میں

> امریکہ چاہتا ہے کہ وہ عمان کی دو بندرگاہیں نیول اڈے کے طور پر استعمال کرے اور چین اور پاکستان پر نظر رکھنے کے علاوہ سی پیک اور اوبر جیسے تجارتی منصوبوں کو بھی مانیٹر کرے۔

کر لیے تھے۔ ان میں ایک جزیرہ نما سینا کا علاقہ تھا، ایک ویسٹ بنک کا علاقہ تھا اور ایک یہ گولان ہائیٹس تھیں۔ اس کے بعد کافی عرصہ تک یہ تنازعہ چلتا رہا۔ انٹرنیشنل کنونشنز اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق کسی ملک کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مقبوضہ علاقے کو اپنا حصہ بنالے۔ جس وقت اس پر قبضہ کیا گیا تھا، اس وقت امریکہ بھی یہی کہتا تھا کہ یہ واپس کرنا ہوگا۔ لیکن اب چونکہ تیور بدلے ہوئے ہیں اور یہودی بالخصوص صیہونی بھی امریکہ کے سر پر سوار ہیں۔ پینٹا گون ہو، کانگریس ہو یا وائٹ ہاؤس ہو وہاں اجارہ داری صرف یہودیوں کی نظر آ رہی ہے۔ یعنی اگر کسی کو امریکی صدر بننا ہو تو اسے امریکن اسرائیل گٹھ جوڑ والی تنظیم AIPAK کی آشیر باد حاصل کرنا ہوگی۔ خود صدر ٹرمپ جس نے یہ اعلان کیا ہے اس کا اپنا داماد یہودی ہے۔ گولان ہائیٹس کی اہمیت دو وجہ سے ہے۔ ایک وہاں پراماؤنٹ ہیرون ہے جو بہت سرسبز و شاداب، پہاڑی اور ٹھنڈا علاقہ ہے جیسے ہمارے ہاں مری کا علاقہ ہے۔ وہ سب سے اونچا علاقہ ہے۔ اس وجہ سے اس کی سٹریٹجک اہمیت بہت زیادہ ہے۔ وہاں یہودی آبادکاری میں زیادہ تر یورپ کے لوگوں کو آباد کیا گیا ہے کیونکہ ان کو ایسا ہی علاقہ چاہیے تھا۔ اب چونکہ امریکہ گولان ہائٹس کو اسرائیل کا حصہ تسلیم کر چکا ہے تو ظاہر ہے باقی دنیا بھی تسلیم کر لے گی اور اس کے بعد ان یہودیوں کا یہ مستقل ٹھکانا بن جائے گا۔ دوسرا وہاں پر بحیرہ طبریہ واقع ہے جس کے بارے میں اولڈ ٹیسٹمنٹ، نیو ٹیسٹیمنٹ کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں احادیث میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں کہ یاجوج ماجوج اس کا پانی پی جائیں گے۔ 1917ء میں جب بالفور ڈیکلیئریشن آئی تھی تو اس وقت علامہ اقبال نے بھی ایک شعر کہا تھا۔

کھل گئے یاجوج ماجوج کے لشکر تمام

مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب میں بھی اس بحیرہ کا بہت زیادہ ذکر آتا ہے۔ یہودیوں کے لیے یہ علاقہ مذہبی اور سٹریٹجک لحاظ سے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ وہ اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو توسیع دینا چاہتے ہیں، اس حوالے سے ان کا پہلا قدم یروشلم کو اپنا دارالحکومت قرار دینا تھا اور اب منطقی طور پر یہ دوسرا قدم ہوگا کہ وہ ان علاقوں پر پیش رفت کریں گے۔

سوال: گولان ہائیٹس کو امریکہ نے اسرائیل کا حصہ قرار دیا، کیا یو این او بھی اس کو تسلیم کر لے گا؟

ایوب بیگ مرزا: یو این او عالمی قوتوں کی کنیز ہے۔ امریکہ نے جو تسلیم کیا ہے کہ گولان ہائیٹس اسرائیل کا حصہ ہیں، یہ اس نے تھوک کر چاٹا ہے۔ یہ وہی امریکہ ہے جو 1967ء سے لے کر چند سال پہلے تک اس کو ناجائز قبضہ کہتا رہا ہے۔ اصل میں حالات نے اس طرح پلٹا کھایا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ عالم اسلام کا کمزور ہو جانا اور اسرائیل کا طاقت پکڑ جانا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹرمپ اور نیتن یاہو کے مابین ایک باہمی سمجھوتہ ذاتی حوالے سے بھی ہے کیونکہ 9 اپریل کو اسرائیل میں جو انتخابات آ رہے ہیں ان میں ٹرمپ کے اس اعلان سے نیتن یاہو کو بہت کامیابی ملے گی اور پھر یہودی لابی کی مدد سے ٹرمپ بھی 2020ء میں امریکہ کا دوبارہ صدر بن جائے گا۔ لہٰذا دونوں نے ایک دوسرے کی ذاتی سطح پہ مدد کی ہے۔ ٹرمپ کے اس اعلان کا سب سے بڑا اثر دنیا میں یہ ہوگا کہ پھر یہ مثال بن جائے گی کہ کوئی بھی ملک کسی دوسرے ملک کے علاقے پر قبضہ کر لے اور پھر اس کو اپنے ملک کا حصہ بنالے۔ پھر بھارت بھی کہہ دے گا کہ کشمیر اس کا حصہ ہے۔ گویا یہ دنیا کے اصول تبدیل ہو رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ طاقت نے ہمیشہ انصاف کے اصولوں کو روندا ہے لیکن محسوس یہ ہو رہا ہے کہ

اب صرف طاقت ہی طاقت ہے، نہ کوئی اخلاقیات ہے، نہ کوئی اصول ہے بلکہ لاٹھی ہی لاٹھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قدم سے اردن بھی خطرے میں چلا گیا ہے۔ مجھے تو یہ آثار نظر آرہے ہیں کہ عنقریب غزہ پر ایک بہت بڑا حملہ ہونے والا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسرائیل شام پر ایک بہت بڑا حملہ کر دے اور یہ واقعات چند ہفتوں میں بھی ممکن ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے پاؤں پھیلا رہے ہیں۔ ہمارے لیے تو مسلمانوں کے تمام علاقے قابل احترام ہیں لیکن یہودیوں کے پروگرام میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔

سوال: ٹرمپ کے اس بیان پر مسلم ممالک کا کیا ردعمل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: مسلم ممالک میں ترکی نے واجبی سا ردعمل دیا ہے۔ پاکستان کی وزارت خارجہ نے بھی صرف مذمت کی ہے۔ باقی ممالک تو سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن دوسری طرف طاقت کا توازن بھی دیکھیں تو مسلم ممالک کیا کر سکتے ہیں؟ لہٰذا اصل قصور تو یہی ہوا کہ عالم اسلام نے اپنے آپ کو مضبوط نہیں کیا۔

سوال: کیا نائن الیون نہ ہوتا تو اسرائیل ایسی حرکت کرتا؟

رضاء الحق: اسرائیل کی پلاننگ میں یہ چیزیں شامل تھیں لہٰذا اگر نائن الیون نہ ہوتا تو اس کے متبادل کے طور پر کچھ اور ہو جاتا۔ اس کی مذمت چین، روس اور اقوام متحدہ نے بھی کی ہے لیکن کچھ نہیں ہوگا بلکہ جو اسرائیل چاہے گا وہی ہوگا۔ دنیا میں روکنے والی ان کو اس وقت طاقت کوئی نہیں ہے۔

ایوب بیگ مرزا: سوال یہ ہے کہ نائن الیون کیوں نہ ہوتا؟ 1898ء سے لے کر آج تک یہودیوں کے عزائم، اہداف اور مقاصد کے راستے میں کوئی آیا ہے؟ نائن الیون کا بھی ایک مقصد تھا اور اس کے بعد وہی کچھ ہو رہا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں نے ایک او آئی سی بنائی۔ بظاہر یہ اچھا کام تھا لیکن مسلمانوں میں یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ ایک ایسی شے بنالی جس کو کھڑا رکھنے کے لیے ان کے پاس طاقت نہیں تھی۔ اس کے نتیجے میں جن حکمرانوں نے او آئی سی بنائی تھی جن میں ذوالفقار علی بھٹو، شاہ فیصل اور قذافی نمایاں تھے ان سب کو انہوں نے قتل کروا دیا۔ اس کے بعد جو حکمران آئے انہوں نے اتحاد سے توبہ کر لی۔ یعنی جب آپ بغیر تیاری کیے کوئی کام کریں گے تو ناکامی ہوگی۔ لیکن ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ہر کام تیاری کے ساتھ کرتے ہیں، اس کے ردعمل کو جانچتے ہوئے اس کی پلاننگ کرتے ہیں۔ یہی ہمارے اور ان کے درمیان فرق ہے۔

سوال: عمان نے امریکہ کو اپنی بندرگاہیں کیوں دیں اور امریکہ نے کس مقصد کے لیے لیں؟

رضاء الحق: بڑا اچھا سوال ہے اور یہ موضوع ہمارے علاقے کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کی دو جہتیں ہیں۔ پہلی جہت ہمیں سامنے نظر آتی ہے جبکہ دوسری جہت پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ دیکھیے اس وقت امریکہ کی چائنہ کے ساتھ بہت بڑی ٹریڈ وار چل رہی ہے جو کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے یہاں تک کہ آئی ایم ایف نے کہا ہے کہ یہ دوڑ پوری دنیا کی معیشت کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ لیکن امریکہ ہر صورت ''چائنہ گھیراؤ'' پالیسی کو جاری رکھنا چاہتا ہے۔ عمان کی دو بندرگاہیں الدقم اور صلالہ آبنائے ہرمز سے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں، جہاں سے دنیا کا تقریباً تیس فیصد پٹرولیم ٹریڈ ہوتا ہے۔ چونکہ چین کو تیل کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور آبنائے ہرمز ایک ایسا علاقہ ہے جہاں سے ہو کر تیل اس کو ملتا ہے۔ اس کے علاوہ سی پیک اور ون بیلٹ ون روڈ جیسے چینی منصوبے بھی اسی علاقے سے ہو کر گزرتے ہیں لہٰذا امریکہ ہر صورت میں چاہتا تھا کہ عمان سے بندرگاہیں لے کر وہاں اپنا کنٹرول قائم کرے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ گوادر بھی ہمیں بطور تحفہ عمان نے دی ہوئی ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ عمان کی یہ دو بندرگاہیں وہ نیول اڈے کے طور پر استعمال کرے اور چین اور پاکستان پر نظر رکھنے کے علاوہ سی پیک اور اور بر جیسے تجارتی منصوبوں کو بھی مانیٹر کرے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ صدر ٹرمپ کا جو پچھلا دورہ بھارت تھا اس میں اس کے مودی کے ساتھ جو بہت سارے معاہدے سائن ہوئے تھے ان میں ایک معاہدہ یہ بھی تھا کہ ایک دوسرے کی بیسز شیئر کریں گے۔ امریکہ تو انڈیا کی بیسز شیئر کر سکتا ہے لیکن انڈیا امریکہ میں جا کر تو بیسز شیئر نہیں کر سکتا لیکن یہاں عمان میں اگر امریکہ بیسز لیتا ہے تو ان بیسز کو انڈیا اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ اس میں پاکستان کے لیے دو طرح کے خطرات ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان اس پورے معاملے میں پھنس جائے گا۔ لیکن زیادہ امکان یہ ہے کہ اسرائیل اور مغرب کو پاکستان کے ایٹمی اثاثوں سے خطرہ ہے۔ اب وہ بھارت کو بھی پاکستان کے خلاف استعمال کر رہے ہیں لیکن جیسا کہ ضیاء الحق کا فارمولہ تھا کہ اگر اسرائیل کسی بھی پراکسی کے تھرو پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو پاکستان کا پہلا ٹارگٹ بھارت ہوگا کیونکہ انڈیا اسرائیل کا حلیف ہے۔ اس لیے بھارت کتراتا ہے اور اسی لیے اسرائیل اور امریکہ کی یہ کوشش بھی ہو سکتی ہے کہ وہ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو ختم کرنے کے لیے ہر طرف سے پلاننگ کرلیں۔

ایوب بیگ مرزا: امریکہ کا شروع سے یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ دایاں دکھا کر بایاں مارنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بھی اس کی اسی طرح کی کوشش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ کیا جا رہا ہے کہ یہ بندرگاہیں ایران پر نظر رکھنے کے لیے لی گئی ہیں لیکن اس کی آڑ میں وہ پاکستان اور چین کو ٹارگٹ کرنا چاہ رہا ہے۔ آج دنیا میں تجارت اور جنگ لازم وملزوم ہو گئے ہیں یعنی تجارت جنگ کے لیے ہوتی ہے اور جنگ تجارت کے لیے ہوتی ہے۔ یعنی جس ملک کی معیشت مستحکم ہوگی وہی ملک عسکری طور پر بھی مضبوط ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں پاکستان کو چاہیے کہ وہ خاموش رہے اور ظاہری طور پر بالکل ری ایکٹ نہ کرے لیکن خفیہ طور پر اس کی پیش بندی کرے۔ میرے خیال میں اس حوالے سے کچھ پیش بندی ہو رہی ہے کہ پاکستان کا چین کے ساتھ جے ایف 3-17 طیاروں کا معاملہ چل رہا ہے جو پاکستان کو ان شاء اللہ مضبوط کرے گا اور یہ ایف 16 سے بہتر طیارہ ہے۔

سوال: بھارت میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں لیکن ہمارا میڈیا ان کو کیوں نہیں دکھاتا؟

رضاء الحق: بھارت میں مسلمانوں کے حالات بہت مخدوش ہو چکے ہیں کیونکہ وہاں کا انتہا پسند طبقہ مسلمانوں کو برداشت ہی نہیں کرتا اور انہیں کہتا ہے کہ بھارت چھوڑ دو اور پاکستان چلے جاؤ۔ حالیہ دنوں میں دہلی کے قریب ایک گاؤں میں مسلمانوں کے گھر میں گھس کر انہیں تشدد کا نشانہ بنایا لیکن پولیس ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے رہی یعنی ان معاملات میں ریاست بھی ملوث ہو چکی ہے۔ انڈین میڈیا کے اندر سے اس حوالے سے آوازیں اٹھی ہیں لیکن پاکستانی میڈیا خاموش ہے۔ حالانکہ یہ ان کا کام تھا۔ راہول گاندھی نے بیان دیا کہ یہ متعصبانہ رویہ ہے جبکہ عام آدمی پارٹی کے کجریوال نے یہاں تک کہا ہے کہ مودی ہٹلر والی پالیسی انڈیا میں اپنا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عالمی میڈیا میں یہ خبریں آئی ہیں کہ انڈیا کے اندر بہت زیادہ انتہا پسندی ہے۔ لیکن پاکستانی میڈیا نے کوئی بات نہیں کی۔ بہرحال وہ اپنے اوپر از خود الزام لگا رہے ہیں اور ایک طرح سے دو قومی نظریے کی تصدیق ہو رہی

ہے۔ کیونکہ ہم نے دوقومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان بنایا تھا کہ ہم اور ہندو ایک قوم نہیں ہیں بلکہ ہم علیحدہ قومیں ہیں۔ ہمارا علیحدہ تشخص ہے۔

ایوب بیگ مرزا: بھارت پاکستان کا ازلی دشمن ہے اس نے ایک دن کے لیے بھی پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کے ہاں یہ نعرہ تو بہت پرانا ہے کہ مسلمان کے دو استھان: پاکستان یا قبرستان! اب اس نعرہ پر عمل کے حوالے سے شدت پیدا ہورہی ہے۔ یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ دوقومی نظریہ یحییٰ خان کے دور میں ایجاد ہوا تو یہ تاریخ کو مسخ کرنے والی بات ہے۔ حالانکہ تاریخ نے ثابت کیا کہ مسلم لیگ کا یہ فیصلہ درست تھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست ہونی چاہیے۔ وہ ریاست تو قائم ہوگئی اسلام کے نام پر ملک تو بن گیا۔ لیکن عملی طور پر ہم اسلام کو یہاں قائم نہیں کر پائے۔ جس کی وجہ سے آج ہم غیر مستحکم ہیں۔ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے حوالے سے کوئی قدم نہیں اٹھایا جارہا ہے۔ خدارا! مسلمانانِ پاکستان کو غور کرنا چاہیے کہ جس بنیاد پر ہم نے پاکستان بنایا تھا اگر ہم اس کی طرف نہ بڑھے تو یہ کمزوری کہیں ہمیں موت کی طرف نہ لے جائے کیونکہ پاکستان کا استحکام اسلام کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ فیصل آباد میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی حافظہ قرآن بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی کیمسٹری، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ فیصل آباد اور گردونواح کی فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0333-6522459

☆ ملتان میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم بی بی ایس (فورتھ ایئر جاری) نشتر میڈیکل کالج ملتان کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ ترجیحاً ملتان کے رہائشی ڈاکٹر یا انجینئر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔

برائے رابطہ: 0316-6808246

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(28 مارچ تا 03 اپریل 2019ء)

جمعرات (28 مارچ) کو صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر مرکز تنظیم اسلامی ''دارالاسلام'' میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ جمعہ (29 مارچ) کو دن 11 بجے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں اسلام آباد سے محترم راجہ ارشاد صاحب خصوصی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ پیہونٹ مرکز اسلام آباد میں تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن اسلام آباد کی دعوتی سرگرمیوں کو وسعت دینے کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ہفتہ (30 مارچ) کو صبح 9:30 بجے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ دوپہر 12:30 بجے طے شدہ شیڈول کے مطابق حلقہ مالاکنڈ کے دورے کے لیے روانگی ہوئی۔

اتوار (31 مارچ) کو صبح 8:30 بجے تیمر گرہ پہنچ کر سب سے پہلے حلقہ مالاکنڈ کے سابق امیر اور نہایت قابل احترام بزرگ رفیق جناب محمد فہیم صاحب سے ان کے گھر پر ملاقات کی اور ان کی خواہش پر ناشتہ انہی کے ساتھ کیا۔ 9:30 بجے دفتر تنظیم اسلامی' تیمر گرہ میں حلقے کے تمام رفقاء سے اجتماعی ملاقات کا اہتمام تھا۔ اس موقع پر امیر حلقہ نے مقامی امراء کا' مقامی امراء نے اپنے اپنے نقباء کا اور پھر نقباء نے رفقاء کا تعارف کرایا۔ رفقاء کے ساتھ مختلف تنظیمی معاملات پر تفصیل سے تبادلہ خیال ہوا۔ بعدازاں' رفقاء کی طرف سے کیے جانے والے سوالات کے جوابات کی تفصیلی نشست ہوئی۔ آخر میں امیر محترم نے سورۃ العصر کے حوالے سے مختصر تذکیری خطاب کیا۔ دن 11:30 بجے حلقہ کے ذمہ داران اور مجلس شوریٰ کے ارکان سے ایک بھرپور تعارفی نشست ہوئی۔ پروگرام کے اختتام پر امیر محترم نے محترم محمد فہیم کے ایک دوست کی خواہش پر ان کے بیٹے کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ اسی دوران روزنامہ ''مشرق'' پشاور کے مقامی نمائندوں کو تفصیلی انٹرویو دیا۔ سہ پہر 3 بجے تیمر گرہ سے واپسی کا سفر شروع ہوا اور رات کے آخری پہر لاہور پہنچے۔ اس دورے کی تمام مصروفیات میں نائب ناظم اعلیٰ (خیبر پختون خوا) جناب میجر (ر) فتح محمد امیر محترم کے ہمراہ رہے۔

سوموار (یکم اپریل) کو قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن میں معمول کے دفتری امور نمٹائے۔ بعد نمازِ مغرب واپڈا ٹاؤن میں تحریک عظمتِ اسلام کے امیر چودھری رحمت علی مرحوم کے ورثاء کی خواہش پر مرحوم کی نمازِ جنازہ کی امامت کرائی۔ منگل (02 اپریل) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق علی الصبح حلقہ گوجرانوالہ کے دورے کے لیے روانگی ہوئی۔ تقریباً 9 بجے گجرات پہنچے۔ مقامی تنظیم کے امیر جناب علی جنید میر کی رہائش گاہ پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ بعدازاں' پہلے گجرات شہر میں ''مرکز تقویٰ'' اور اس کے بعد ضلع گجرات کے دو مقامات جلال پور جٹاں اور لورائے میں تنظیم کے رفقاء سے ملاقات اور مقامی دفاتر کا دورہ کیا۔ امیر محترم نے ان مراکز کے دورے کے دوران وہاں کے ذمہ داران کا تعارف بھی حاصل کیا اور ان دفاتر کی کارکردگی کے بارے میں تفصیل سے آگاہی حاصل کی۔ ہر تین مقامات پر مقامی آبادی کے لوگوں کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ بحمد اللہ تینوں مقامات پر تنظیم کا تعارف بھی کرایا گیا اور تذکیری گفتگو کا بھی اہتمام ہوا۔ لورائے کے دورے کے بعد پھالیہ کے لیے روانگی ہوئی۔ امیر حلقہ گوجرانوالہ اور مقامی امیر گجرات کی معیت میں تقریباً تمام رفقاء آٹھ گاڑیوں کے قافلے کی صورت میں امیر محترم کے ہمراہ رہے۔ نمازِ عصر کے قریب پھالیہ پہنچے۔ عصر تا مغرب پھالیہ کے بعض معززین سے ملاقات رہی۔ بعد نمازِ مغرب امیر محترم نے حسبِ پروگرام پھالیہ میں تنظیم کے نئے مرکز کا افتتاح کیا۔ اس تقریب میں رفقاء کے علاوہ احباب کی ایک بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ بعدازاں' پہلے سے اعلان شدہ پروگرام کے تحت امیر محترم نے ''پاکستان اور اسلام'' کے موضوع پر اپنے تفصیلی خیالات کا اظہار کیا۔ نمازِ عشاء اور عشائیے کے بعد یہ دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ نصف شب کے بعد واپس لاہور پہنچے۔ نائب ناظم اعلیٰ (پاکستان وسطی) جناب ڈاکٹر عبدالسمیع اس دورے کے دوران منعقدہ تمام سرگرمیوں میں شریک رہے۔

بدھ (03 اپریل) کو صبح 10:30 بجے سے نمازِ ظہر تک مرکز ''دارالاسلام'' میں معمول کے تنظیمی امور نمٹائے۔

(مرتب: محمد خلیق)

تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو پھر جائے......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

بھارت میں انتخابات تک کا وقت پاکستان اور بھارتی مسلمانوں پر بھاری رہے گا۔ اپنے ملک کے حالات سنوارنے، سدھارنے، عوام کی خدمت کی بنیاد پر ووٹ لینے کی بجائے بی جے پی کا سارا مدار سرحد پار جھانک جھانک کر مسائل بھڑکانے پر ہے۔ وزیر خارجہ سشما سوراج نے دو ہندو لڑکیوں کے اسلام قبول کر کے نکاح کرنے کے واقعے پر سینہ کوبی شروع کر دی۔ خود ہمارے موم بتی مافیا نے یہاں سے آواز ملائی۔ باوجود کہ پاکستان اقلیتوں کی جنت ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی راگ الاپنا ضروری ہوتا ہے مخصوص طبقے کا۔ لڑکیوں نے عدالت کے روبرو جبراً مسلمان کیے جانے کی واشگاف تردید کی ہے۔ بہ رضا و رغبت اسلام قبول کر کے نکاح کیا ہے۔ ہم نے گھبرا اسٹپٹا کر فوراً نکاح خواں اور شریک نکاح افراد کو گرفتار کرنے کی پھرتی دکھائی۔ یہی اگر مسلمان، گھر سے بھاگی لڑکی کا معاملہ ہوتا تو این جی اوز اور حکمران مکمل پشت پناہی کرتے!

ذرا سرحد پار بھی چند مناظر دیکھ لیں۔ ہریانہ، گڑگاؤں میں سامنے آنے والی وڈیو میں جنونی ہندو ایک مسلمان گھر پر حملہ کر کے، لاٹھیوں بھالوں سے مسلح بری طرح افرادِ خانہ کو پیٹ رہے ہیں۔ ہولی کے موقع پر مذہبی انتہا پسندانہ منظر گلف نیوز (23 مارچ) میں شاید محبان بھارت، ہمارے عرب بھائیوں نے بھی دیکھا ہوگا۔ گھر کی عورتیں لڑکیاں اپنے مردوں کو بچانے میں ڈنڈوں کی زد میں چیخ چلا رہی ہیں۔ مدد کو آنے والا کوئی نہیں۔ ایک اور وڈیو سیکولر بھارت کا حقیقی چہرہ دکھا رہی ہے۔ اس میں ایک کم عمر لڑکے کو کھمبے سے رسی سے باندھ رکھا ہے۔ گلا گھونٹتے، پیٹتے، شدید تشدد کا نشانہ بناتے اسے جبراً ہندو بنانے اور ''جے شری رام'' کہلوانے کا خوفناک منظر ہے۔ سشما سوراج کی نزدیک کی نظر کمزور ہے۔ سرحد پار گھوٹکی کی لڑکیاں دکھائی دے گئیں، نہ یہ مذکورہ بالا بھارتی مسلمانوں پر ٹوٹتی قیامت دکھائی دی، نہ جیل میں قید ایک اور پاکستانی کو عملے کے تشدد کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے جانے کی خبر ہوئی۔ یہ قبل ازیں شاکر اللہ پر جیل میں تشدد اور محمد اعظم کے جیل میں مارے جانے کے بعد تیسرا واقعہ ہے۔ ہندو بچیوں کے مسلمان ہونے پر گھگھیا کر خبطی اور وحشت زدہ ردعمل دینے والی ہماری حکومت اپنے شہریوں کے بھارت میں تحفظ کے حوالے سے کہاں ہے؟ بھارتی مسلمانوں پر تو آپ اُف بھی کہنے کے روادار نہیں مگر اپنے مظلوم شہری؟

یہ کیا بات ہے کہ ہم پاکستان کی پاکیزہ اسلامی شناخت پر بھی اس درجے شرمندہ دکھائی دیتے ہیں کہ شرمناک فحاشی کی مرتکب اداکارہ، ماڈل مہوش حیات کو 23 مارچ کو (اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے عزم کا دن) تمغہ امتیاز پیش کرتے ہیں؟ یہ المناک وڈیو کسی دردمند نے بھیجی جو آنکھیں کھول کر دیکھنا بھی دوبھر ہوئی۔ پاکستان کے جھلملاتے جھنڈے کے چاند تارے میں قومی ترانے پر مہوش حیات، اپنی ہی قبیل کے نوجوانوں کے بیچ نیم برہنہ، چند چیتھڑے (لباس کے نام پر) پہنے رقص کر رہی ہے!

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا!

ہمارے قومی ترانے کی جڑ بنیاد اس ملّی ترانے میں ہے جو علامہ نے پاکستان کا خواب آنکھوں میں سجا کر ترانہ ہندی کا متبادل ہمیں دیا تھا۔ پاکستان کی وجہ وجود، امت کا کلِ سرسبد! دو قومی نظریے کی بنیاد پر 23 مارچ کی قرارداد کا دن۔ اور ایک فاحشہ کو ان الفاظ کے ساتھ تمغہ دیا گیا کہ ''غیر معمولی کارکردگی کی بنا پر آپ کو صدر، اسلامی، جمہوریہ پاکستان تمغہ امتیاز کا اعزاز دے رہے ہیں۔'' یہ ہے ''ریاست مدینہ'' اور ''تبدیلی'' کے عنوانات کی حقیقت۔

پے در پے پاکستان کی شناخت پر حملے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کا بہیمانہ قتل ہو، مفتی تقی عثمانی پر قاتلانہ حملہ ہو یا جھنڈے اور ''سایہ خدائے ذوالجلال'' والے ترانے پر حملہ! پس پردہ ہاتھ ایک ہی ہے۔ نائن الیون کے بعد ضابطے سے پاکستان کو اسلامی شناخت سے محروم کرنے والا ہاتھ۔ جب سوشل میڈیا پر مہوش حیات پر تنقید اور اس اقدام پر شدید ردعمل آیا تو اس عورت نے جواباً کہا: ''ہم ایسی انڈسٹری سے تعلق رکھتے ہیں جو گلیمر سے بھرپور ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے اپنی اقدار کو بھلا دیا ہے۔'' اقدار کا مطلب نہ جاننے والی جسے ''گلیمر'' کہہ رہی ہے، یہ ابلیسی دجالی فریب نظر، اخلاق و کردار کے جنازے کا نام ہے جس پر وہ رقصاں ہے۔ امریکہ کے قدموں میں جا پڑنے کے بعد ہماری حیات بخش صنعتیں، معاشی خودکفالت کے سارے سامان لٹ گئے۔ گیس بجلی صنعتیں ٹھپ ہو گئیں۔ بھارت پانی پی گیا ہمارے دریاؤں کا۔ زراعت بانجھ ہو گئی۔ باقی صرف، فلمی صنعت، بچی جو دو قومی نظریے کے تابوت کا آخری کیل ثابت ہوئی۔ کچھ ہفتے پہلے تو بھارتی جہازوں کے گرائے جانے پر ولولہ انگیز ترانے نشر ہو رہے تھے: شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ اور اب؟ مہوش کا جو ناچ ہے وہ قوم کی ممات ہے؟

ایک طرف نیوزی لینڈ میں دہشت گردی کے واقعے میں ان کی پوری قوم نے مغرب کے 18 سال کے مسلمانوں کے قرضے چکا دیئے۔ درندہ صفت قاتل کے مقابل ان کی پوری قوم مسلمان خاندانوں کے پس پشت دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔ وزیراعظم جیسنڈا آرڈرن میں ملکہ سبا کی جھلک اور نجاشی کی پشت پناہی ہویدا تھی۔ انہوں نے غیر معمولی جرأت وکردار کا مظاہرہ کیا۔ ان کی پارلیمنٹ میں تلاوت قرآن چل رہی ہے:

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا......'' الخ (البقرہ: 153 تا 157)

یہ وہ آیات ہیں جن سے گریز کرتے ہم نے 18 سال 49 کافر ممالک کے ساتھ مل کر جنگ لڑی اور ہمارے دبنے جھکنے نے ٹارنٹ جیسے درندے پلنے دیئے۔ یہ اللہ کی چال ہے کہ کرائسٹ چرچ میں مسجد کے شہداء نے پوری دنیا پر بالعموم اور نیوزی لینڈ پر بالخصوص حجت تمام کر دی۔ روح کے اندر اتر جانے والی اذان سنوادی۔ صبر، نماز اور شہادت کے بے بہا تصورات اور عمل کو اجاگر کر دیا۔ سکارف سے لڑتے، جرمانے عائد کرتے یورپ تو ادھ موا ہو گیا تھا۔ نیوزی لینڈ نے تمام شعائر اللہ کا احترام دیا۔ (پروردگار اعلیٰ ترین قبولیت عطا فرما کر اس سرزمین کو ایمان سے منور کر دے!) ان کی خواتین، وزیراعظم سمیت سکارف اوڑھ کر کھڑی ہو گئیں۔ برہنگی کی ذلت کے برعکس

حیا کی اوڑھنی کا وقار انہوں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، اسے پوری محبت سے عزت دی! آنکھوں میں آنسو بھر کر نیوزی لینڈ کی خاتون بڑا سا سکارف اوڑھے وجہ بیان کر رہی تھی: ''یہ میں نے اس لیے اوڑھا ہے تاکہ اگر کوئی ایسی جرأت کرے تو وہ فرق ہی نہ کر سکے مسلم میں اور مجھ میں!'' مسلمانوں پر جان نچھاور کرنے پر آمادہ اس خاتون کو اللہ ایمان عطا کرے۔ جب نیوزی لینڈ اشکبار تھا اور تلاوت کر رہا تھا ہم پی ایس ایل میں 9 پاکستانیوں سمیت شہداء کے لیے دعا نہیں، 2 منٹ کی خاموشی کے بعد راگ موسیقی رنگ رلیوں میں مصروف تھے! ہمارے لیے یاد دہانی کو یہ آیات کافی ہیں۔ ان کے طرزِ عمل اور اپنے اسلام سے فرار کی راہیں تلاش کرتے، اسلام کی ہر علامت خود سے کھرچ ڈالنے کی دیوانگی میں مبتلا ہونے والوں کے لیے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ فراخ دست (وسیع ذرائع کا مالک) اور علیم ہے۔'' (المائدۃ:54)

ایک طرف ہمارے اسلام پر معذرت خواہانہ رویے پوری دنیا کے آگے سال کے بارہ مہینے۔ دوسری طرف ان کے ہاں گینگ کے بظاہر زور آور ممبر اپنی پوری قوت اور غیظ وغضب لیے، مسلمانوں کی مساجد کے تحفظ کا عزم کیے حاضر! کفار پر سخت! مومنوں پر نرم! صفیں تو بن رہی ہیں لشکر دجال اور اس کے ہم نواؤں کی۔ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ادھر اسرائیل غزہ پر بلا روک ٹوک بمباری کر کے 24 گھنٹے میں 30 گھر تباہ اور 500 جزوی برباد کر چکا ہے۔ امریکہ اسرائیلی وزیر اعظم کے انتخابات میں گرتے گراف کو (کرپشن اور قومی خزانے پر عیاشی کے الزامات) سنبھالا دینے کے لیے گولان کی پہاڑیوں پر قبضے کو جواز بخش رہا ہے، جس سے عرب دنیا میں بے چینی فطری ہے۔ یہ ہے مغربی جمہوریت۔ بھارت میں مودی جنگ کی آگ بھڑکا کر ووٹوں کا طلبگار اور اسرائیل میں نیتن یاہو، جنگی سیاست سے انتخابات جیتنے کا عزم باندھے! امتِ مسلمہ پارہ پارہ اور ہم کشکول بدست!

جن کو اپنی خبر نہیں ہوتی
ہم انہیں سربراہ رکھتے ہیں

ایمان کے تقاضے

رفیقہ تنظیم

ایک مرتبہ ایک صحابی ؓ نے رسول ﷺ سے ارشاد فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اسلام میں تو بہت ساری چیزیں ہیں آپ ﷺ ایک بتائیں جس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہ رہے۔''

آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ('' قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰہِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ'')

''کہو لا الہ الا اللہ اور اس پر ڈٹ جاؤ۔''

یہ کام بظاہر تو سننے میں آسان لگتا ہے مگر حقیقت میں اتنا ہی مشکل ہے۔ اگر آج ہم مسلمان صرف اپنے کلمہ' کو سمجھ لیں تو مومنوں کے مرتبہ پر فائز ہو جائیں۔

کلمہ دراصل ہے کیا

یہ سمجھنے والی بنیادی بات ہے۔ کلمہ کا مطلب ہے۔

''نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے''

کلمہ ہمارے دین کی بنیاد ہے اور یہی ہمارے ایمان کی انتہا ہے۔ کلمہ میں واضح طور پر یہی کہا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اس قابل نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، پتھر کے بت ہوں، اولیاء کرام کی قبریں ہوں یا ہماری خواہشات۔

ان تمام چیزوں کی اس طرح پیروی کرنا کہ اللہ کی وحدانیت اور حاکمیت پر سوالیہ نشان لگ جائے صریحاً غلط ہے اور شرک ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کوئی اپنے کلمے پر پورا اترتا شاذ ہی نظر آتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم شرک کے وسیع معنی ومفہوم سے لاعلمی کا شکار ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اگر ہم نیند یا تھکن کی وجہ سے نماز چھوڑ دیں گے تو یقیناً ہم ایک طرح کی معصیت کا ارتکاب کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے کہ نماز کسی حالت میں معاف نہیں اپنی نیند اور تھکن کو اللہ کے حکم پر ترجیح دینا معصیت کی تعریف میں آ سکتا ہے؟ ہمارے معاشرے کی خواتین کی ایک بڑی تعداد بغیر سر ڈھانپے نظر آتی ہے۔ کیا پردے کے احکامات واضح نہیں یا پھر اپنی خواہشات یا معاشرت فیشن اور رسم ورواج کا مسئلہ ہے؟ اس سے ہماری عزت و وقار میں فرق آتا ہے۔ اسی طرح اور بے شمار چیزیں ہیں جس میں ہم اللہ کے حکم کو نیچے چھوڑ کر اپنے نفس کی غذا پوری کرنے میں مصروف ہیں۔ ہم نے اپنی خواہشات کو اپنا رب مان لیا ہے۔ ہم جیسے لوگوں کے لیے قرآن میں اس قسم کے شرک کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے۔

﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَهٗ ھَوٰىهُ ط﴾ (الفرقان:43)

''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟''

سورۃ الکہف میں فرمانِ خداوندی ہے:

''اور اپنے آپ کو روکے رکھیے اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح وشام وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور آپؐ کی نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں' (جس سے لوگوں کو یہ گمان ہونے لگے کہ) آپؐ دُنیوی زندگی کی آرائش وزیبائش چاہتے ہیں! اور مت کہنا مانیے ایسے شخص کا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو چکا ہے۔'' (آیت:28)

صحابہ کرامؓ نے دین کے لیے جان کی قربانیاں دیں جبکہ آج ہم اپنی خواہشات قربان نہیں کر سکتے۔

ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ بیٹے بیٹیاں کا تصور قائم کر لینا یا پتھر کے بت تراش لینا ہی شرک ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ہر زمانے یہاں تک کہ ہر شخص کا اپنا اپنا بت ہوتا ہے۔ جس کے لیے وہ اپنا پیسہ، اپنی پسند غرض سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دین کو بھی نظر انداز کرتا چلا جاتا ہے اور یہی پھر شرک ہے۔

یہ شرک اتنا باریک ہے کہ کرنے والا نہیں جان سکتا کہ وہ شرک کر رہا ہے۔ قرآن میں ہے: ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

اور یہ کہ ''سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے سوائے شرک کے۔'' (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو تخلیق کیا صرف اس لیے کہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے۔ آج ہم اپنے اصل کام کو ہی بھول چکے ہیں۔

اللہ ہم سب کو صحیح اور خالص انداز میں اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

امانت

مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

عام طور پر لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ امانت صرف یہ ہے کہ کسی کے پاس کچھ سامان یا روپیہ پیسہ حفاظت کی خاطر رکھوا دیا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم صرف اسی بات کو امانت کہیں تو یہ امانت کے مفہوم کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہوگی۔ امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ چیز امانت ہے، جس کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو اور جس کی حفاظت اور مالک کی طرف ادائیگی انسان پر لازم ہو۔

اس بناء پر کہا جاسکتا ہے۔

☆ متولی اور مہتمم کے پاس مسجد اور مدرسہ امانت ہے۔

☆ بادشاہ اور فرمانروا کے پاس اقتدار امانت ہے۔

☆ افسروں اور عہدیداروں کے پاس اقتدار امانت ہے۔

☆ استاد کے پاس شاگرد امانت ہیں۔

☆ والدین کے پاس اولاد امانت ہے۔

☆ بیوی کے پاس عزت وآبرو امانت ہے۔

☆ ہماری زندگی بلکہ زندگی کا ہر لمحہ امانت ہے۔

عالم کا فرض یہ ہے کہ وہ علم کی خوشبو کو عام کرے، فتویٰ فروشی کے جرم کا ارتکاب نہ کرے، حق گوئی کی صفت اپنے اندر پیدا کرے، علم کے مطابق عمل کرے، علم کو نبی کی وراثت سمجھے۔

مسجد اور مدرسہ کے متولی اور مہتمم پر لازم ہے کہ وہ ان کی تعمیر کے مقاصد کو سامنے رکھے۔ مسجد اور مدرسہ کو دین کی اشاعت اور حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ ڈکٹیٹر شپ نافذ نہ کرے۔ مسجد اور مدرسہ کو ذاتی دکان اور کاروبار نہ بنادے۔

وقت کے فرمانروا پر فرض ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے اندازِ حکمرانی کو اپنا آئیڈیل بنائے۔ ملک میں عدل وانصاف کو پانی اور ہوا کی طرح عام کردے۔ اقرباء پروری اور ظلم وتعدی نہ کرے۔ اس بات پر نظر رکھے کہ اس کی مملکت کی حدود میں کوئی مظلوم انصاف سے، کوئی بے روزگار روزگار سے، کوئی بھوکا دو وقت کی روٹی سے، کوئی بیمار علاج معالجہ سے، کوئی یتیم سرپرستی سے، کوئی بیوہ دیکھ بھال سے محروم نہ رہے۔

افسران پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو رعایا کے خادم جانیں۔ رعایا کے امیر اور غریب میں فرق نہ کریں۔ قانون کی بالادستی قائم کریں۔ رشوت اور ناجائز سفارش کو حرام سمجھیں۔

استاذ پر واجب ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے وقت کو، ان کی صلاحیت کو ضائع ہونے سے بچائے۔ ان میں بلاوجہ امتیاز نہ کرے۔ انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی صحیح نہج پر تربیت کریں۔ انہیں مثالی مسلمان اور بہترین انسان بنانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں کام میں لائیں۔ انہیں اخلاق بگاڑنے والی محفلوں اور بُرے دوستوں سے بچائیں۔ ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ رکھیں۔

بیوی کے منصب کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔ شوہر کی کمائی میں خیانت نہ کرے۔

ہمیں زندگی کی صورت میں جو بہت بڑی نعمت عطا کی گئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم زندگی جیسی قیمتی متاع کو فضولیات میں ضائع نہ کریں۔ ایک ایک لمحہ کو محاسبہ کے ترازو میں تولتے رہیں۔ کوشش یہ کریں کہ ہماری ہر سانس اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ کے دین کے لیے وقف رہے۔

انسان کہتا تو یہی ہے کہ یہ سب کچھ میرا ہے، لیکن حقیقت میں اس کا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان تو صرف متولی ہے، نگران ہے، محافظ ہے، امین ہے۔ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اسی کی امانت ہے۔ ہاں یوں تو یہ سب کچھ امانت ہے مگر آیئے میں آپ کو سب سے بڑی امانت کے بارے میں بتلاؤں، جس امانت کا بوجھ زمین آسمان نہ اٹھا سکے۔ سر بفلک پہاڑ نہ اٹھا سکے لیکن انسان نے اس کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا لیا مگر اس کا حق ادا نہ کرسکا۔

اور یہ وہ عظیم امانت ہے جس کی نسبت براہِ راست ربِ ذوالجلال کی طرف ہے۔

یہ وہ امانت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حوالے ہوئی تھی تو آپ انتہائی ثقل اور بوجھ محسوس کرتے تھے۔ سخت سردی میں آپ کی مقدس پیشانی پر پسینے کی بوندیں موتی بن کر جھلملانے لگتی تھیں۔

یہ وہ امانت ہے جو ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے وقتاً فوقتاً کی جاتی رہی۔

ہاں ہمارے پاس سب سے بڑی امانت قرآن ہے۔ سب سے بڑی امانت اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ سب سے بڑی امانت رسول اللہ ﷺ کی علمی اور عملی وراثت ہے۔

یہ امانت حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ تک پہنچائی اور تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی اس امانت کو دوسروں تک پہنچانے کا حق ادا کردیا۔

اب اس امانت کے وارث ہم بنے ہیں۔

آیئے! ٹھنڈے دِل ودماغ سے غور کریں کہ کہیں ہم سے اس امانت کی ادائیگی میں خیانت تو نہیں ہورہی۔

اگر ہم تھوڑا سوچیں تو حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ ہم درحقیقت اس عظیم امانت پر خزانے کے سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں، نہ تو اس سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں تک اس کو پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس جرمِ عظیم کو معاف فرمائے اور ہم کو ہر طرح کی امانت میں خیانت سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

❀❀❀

کتابچہ ”خلاصہ تعلیمات قرآن“ کی مفت فراہمی

قرآنی تعلیمات کا خلاصہ جاننے اور ماہِ رمضان المبارک کے دوران پیغامِ قرآن کو عام کرنے کے لیے پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کا مرتب کردہ 96 صفحات پر مشتمل کتابچہ

”خلاصہ تعلیمات قرآن“ (نظر ثانی شدہ)

درج ذیل پتہ پر مفت دستیاب ہے:

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور 042-35869501-3

نوٹ: لاہور سے باہر کے لوگ خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔

حق تلفی کی سزا

مفتی عثمان الدین

قرآن کریم کے تیسویں پارے میں ایک سورت سورۃ المطففین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی آیات میں ایک گناہ کا ذکر کر کے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو قیامت کے دن بُرے انجام سے ڈرایا ہے۔

قرآن کریم کی اصطلاح میں اس گناہ کا نام تطفیف یعنی ناپ تول میں کمی کرنا ہے۔ کیوں کہ اس زمانے میں لین دین عام طور پر ناپ تول کے ذریعے ہوتا تھا۔ لیکن اس سے مراد حق دار کے کسی بھی حق کو ادا کرنے میں کمی کوتاہی کرنے کے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں انسان کی زندگی سے متعلق ہر شعبے کے احکامات تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ لین دین بھی انسان کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، ہر انسان اپنی زندگی میں حقوق کی ادائیگی اور وصولی کے غیر متناہی سلسلے میں بندھا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ انسانی معاشرے کا لازمی جزو ہے۔

حقوق کے لین دین کے معاملے میں معاشرے کا رویہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ دوسروں سے اپنے حقوق وصول کرنے میں انتہائی چستی اور تیزی دکھاتے ہیں لیکن جب دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی نوبت آتی ہے تو اس میں کمی کوتاہی اور غفلت وسستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہر شخص کو صرف اپنے حقوق کی فکر ہوتی ہے لیکن اپنے ذمے دوسروں کے حقوق سے وہ غافل ہوتا ہے۔ معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے درمیان اختلافات، لڑائی اور جھگڑوں کی ایک بہت بڑی وجہ بھی یہی رویہ ہے۔ چنانچہ لوگ اپنے حقوق وصول کرنے کے لیے آپس میں دست وگریبان نظر آتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں حقوق کی ادائیگی کی انتہائی سختی کے ساتھ تاکید کی گئی ہے، اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات اور ہدایات بہت واضح طور پر کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

اگر معاشرے میں بسنے والا ہر انسان اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے والا بن جائے تو لوگوں کے درمیان حقوق کے حوالے سے یہ کش مکش ہی ختم ہوجائے گی اور انسانی معاشرے میں امن وسکون کی فضا قائم ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں مذکورہ سورت کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کے لیے ہلاکت اور بُرے انجام کی خبر دی ہے جو دوسروں سے اپنا حق پوری طرح وصول کرتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کمی کوتاہی اور غفلت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا ایسے لوگوں کو گمان نہیں ہے کہ یہ لوگ (قیامت کے) اس بڑے دن میں دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے (حساب کتاب کے لیے) کھڑے ہوں گے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اپنے حقوق وصول کرتے ہوئے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کمی کوتاہی کرنے سے اس گناہ کی شدت میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس لیے اس کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے حقوق بھی وصول نہیں کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں بھی کمی کوتاہی کرتا ہے تو وہ بھی گناہ گار ہے اور اس سزا کا مستحق ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو اپنے حقوق حاصل کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے، اب اگر وہ اپنے حقوق سے خود ہی دست بردار ہوجاتا ہے تو اسے دوسروں کے حقوق تلف کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے انسان کو ہر صورت دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرنا ضروری ہے۔

احادیث طیبہ میں بھی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کا مفہوم ہے: جس نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ہو، اس کی آبروریزی کی ہو، یا کسی دوسرے معاملے میں حق تلفی کی ہو، اس کو چاہیے کہ آج ہی اس زندگی میں اس سے معاملہ صاف کرالے۔ آخرت کے دن آنے سے پہلے کہ جب اس کے پاس ادا کرنے کے لیے دینار و درہم کچھ بھی نہیں ہوگا، اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے تو اس کے ظلم کے بہ قدر وہ مظلوم کو دے دیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو مظلوم کے کچھ گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

دوسری حدیث کا مفہوم ہے: انسان کے نامۂ اعمال میں گناہوں کی ایک فہرست وہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ انصاف کے بغیر نہیں چھوڑے گا اور وہ انسانوں کی آپس کی زیادتیاں اور حق تلفیاں ہیں کہ ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ (بیہقی)

مفسرین نے قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر میں ایک بہت اہم بات یہ بھی ذکر کی ہے کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ حقوق اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق جیسے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اور حقوق العباد: یعنی بندوں کے حقوق جو آپس میں ایک دوسرے کے ذمے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں مذکور تطفیف کا یہ گناہ حقوق کی ان دونوں قسموں میں شامل ہے۔ چنانچہ انسان جس طرح حقوق العباد کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کرنے سے اس گناہ کا مرتکب ہوکر سزا کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کرنے والا بھی اس گناہ کا مرتکب اور سزا کا مستحق ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے رکوع سجود پوری طرح ادا نہیں کررہا تھا اور عجلت میں جلدی نماز ختم کررہا تھا تو آپؓ نے اس سے فرمایا کہ تُو نے اللہ کے حق میں تطفیف کردی ہے۔ اس سے مراد یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی صحیح طرح اور مکمل ادائیگی انتہائی ضروری ہے۔ ان کی ادائی میں کمی کوتاہی کرنا، غفلت اور بے پروائی کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی ناراضی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت سہ ماہی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیراہتمام رفقاء کے لیے سہ ماہی تربیتی اجتماع 10 مارچ بروز اتوار مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا عنوان ''تزکیہ نفس'' رکھا گیا تھا۔ میزبانی کے فرائض معتمد حلقہ عبید احمد نے ادا کیے۔ صبح 8:15 بجے ناشتہ کے بعد اجتماع کا باقاعدہ آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا، جس کی سعادت امیر کورنگی وسطی تنظیم جناب عامر خاں نے حاصل کی۔ آپ کا موضوع ''نبی اکرم ﷺ کا اساسی منہج'' تھا۔ آپ نے بیان میں فرمایا کہ بانی محترمؒ نے انقلاب کے لیے جو منہج ہمیں بتایا ہے اس میں دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض، اقدام پھر مسلح تصادم کا مرحلہ ہے۔ ہماری تنظیم ان شاءاللہ اسی طرز پر آگے بڑھے گی۔ ہر رفیق ذاتی طور پر کوشش کرے کہ وہ قرآن حکیم سے مسلسل اپنے تعلق کو استوار رکھے۔ تنظیم بھی اجتماعی سطح پر اس کی کوشش کرتی ہے کہ ہمارا تعلق قرآن سے مضبوط ہو۔

بعدازاں سیرت صحابہؓ کے ضمن میں ''محاسبہ نفس اور صحابہ کرامؓ'' پر امیر مقامی تنظیم ڈیفنس جناب عاطف اسلم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کا ایک ایک صحابی ہمارے لیے اسوہ ہے۔ بعدازاں مطالعہ لٹریچر تھا جس میں موضوع ''حقیقت انسان'' پر حلقہ کے ناظم تربیت جناب ڈاکٹر محمد الیاس نے ملٹی میڈیا کے ذریعے مطالعہ کروایا۔ نیکیوں کو پروان چڑھانا اور بُرائیوں سے نجات حاصل کرنے کا نام تزکیہ ہے۔

بعدازاں دعوت الی اللہ کے ضمن میں موضوع ''رمضان اور دعوت دین'' پر حلقہ کے ناظم دعوت جناب سرفراز احمد نے بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ دعوت دین ایک فریضہ ہے جسے ہمیں سال کے 12 مہینے سرانجام دینا ہوتا ہے لیکن رمضان میں اس کام کو زیادہ تیز تر کرنا چاہیے۔ روزِ محشر ہر ایک کو فرداً فرداً حاضر ہونا ہے بس یہی فکر رہے کہ آیا میں اپنے حصہ کا کام کر رہا ہوں یا نہیں کر رہا۔ اللہ کے نزدیک تمام باتوں میں سب سے اچھی بات اسی کی ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلائے، خود بھی اچھا عمل کرے۔ نیکی کی دعوت دینے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ ان کے بعد ملکی وغیر ملکی حالات کا تجزیہ امیر حلقہ کے قانونی مشیر جناب کرنل (ر) محمد امین صاحب نے پیش کیا۔ آپ نے پلوامہ حملہ کے بعد پاکستان اور انڈیا کے تنازعات، پاکستان کی امریکہ و افغانستان کے لیے صلح کی کوششیں اور پاکستان کی معاشی صورتحال کا تجزیہ پیش کیا۔

باہمی ملاقات اور چائے کے لیے 25 منٹ کا وقفہ دیا گیا۔ وقفہ کے بعد بانی محترمؒ کی ویڈیو ملاحظہ کی گئی جس میں آپ نے تزکیہ نفس کی اہمیت، تزکیہ میں نیت کا کردار، تزکیہ نفس کے ذرائع پر مدلل خطاب فرمایا۔ بعدازاں قرآن اکیڈمی تنظیم کے رفیق جناب ڈاکٹر شاہد جاوید نے ''آفات نفس'' پر بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ اسلاف نے ہمیں آفات نفس سے بچنے کے لیے چار امور پر قابو پانے کی تلقین کی ہے۔ کثرتِ طعام، کثرتِ کلام، کثرتِ منام، کثرتِ اختلاط۔ اگر ہم ان چار چیزوں پر قابو پالیتے ہیں تو امید ہے کہ ہم اپنی روح کو نفس پر غالب کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

ان کے بعد راقم نے موضوع ''مقویات روح'' پر تذکیر کروائی۔ اللہ نے دل کا اطمینان اپنے ذکر میں بتایا ہے اور ہماری روح کا تعلق دل سے ہے۔ لہٰذا جس سے دل تسکین پاتا ہے اسی سے روح کو بھی سکون میسر آئے گا۔ ذکر میں سب سے مؤثر الذکر قرآن حکیم ہے۔ بعدازاں حلقہ کے ناظم رابطہ جناب عبدالرزاق کوڈواوی نے موضوع ''تزکیہ نفس اور رمضان المبارک'' پر پُرجوش خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس کی آمد کا انتظار رسول پاک ﷺ کو رہتا تھا۔ آپ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ رجب اور شعبان میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمیں رمضان کے بابرکت مہینے تک پہنچادے۔ اللہ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں تاکہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ رفقاء کوشش کریں کہ اس بابرکت مہینے میں اللہ سے تعلق کو مضبوط کرلیں اور بقیہ گیارہ ماہ اسے جاری رکھنے کی جدوجہد کریں۔ آخر میں امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے ''تربیت و تزکیہ محمدی ﷺ کے عناصر'' کے عنوان سے بیان کیا۔ ابتداً آپ نے تمام مدرسین کا شکریہ ادا کیا کہ جن کی محنتوں سے تمام شرکاء رمضان سے قبل رمضان کی تیاری اور تزکیہ نفس کی افادیت سے آگاہ ہوسکے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ نہ تو اپنی ذات کے تزکیہ میں اتنا مگن ہوجائیں کہ باطل نظام سے صرفِ نظر ہو یا اجتماعی کام میں تو بہت حرکت نظر آئے اور اپنی ذاتی اصلاح کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ بانی محترمؒ نے اپنے خطاب منہج انقلاب نبوی ﷺ کے خطبہ نمبر 2 میں سلوک محمدی ﷺ کے تین عناصر بیان فرمائے ہیں۔ کیونکہ ہمیں انقلاب برپا نہیں کرنا بلکہ اسلامی انقلاب کے لیے کوشش کرنی ہے اس لیے رفقاء کی اخلاقی و روحانی تربیت اسی نہج پر ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدہ نفس بذریعہ عبادات بجالائیں اور عبادات بھی محض رسمی نہ ہوں بلکہ پوری روح کی ساتھ ادا کی جائیں۔ پھر دینی فرائض کی دعوت دوسروں کو دیتے رہیں اور جواب میں ہونے والی مخالفت پر صبر کریں اور استقامت دکھائیں۔ رسومات و بدعات سے اجتناب کریں، سودی کاروبار اور جملہ حرام معاملات سے اجتناب کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں سلوک محمدی ﷺ کی طرز پر اپنا تزکیہ کرتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ مسنون دعا پر اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: محمد سہیل راؤ)

بقیہ: منبر و محراب جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔ نبوت و رسالت ہمیشہ سے رحمت ہے، مگر آپ پر آ کر یہ رحمت ''رحمۃ للعالمین'' بن گئی ہے۔ یہ تکمیل رسالت کا ایک مظہر ہے۔ اور سورۃ الاعراف کی آیت 158 میں خود نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوایا گیا: ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ ''(اے محمد ﷺ! ڈنکے کی چوٹ) کہہ دو: اے لوگو! (اے بنی نوعِ آدم!) میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

تکمیل رسالت کا تشنہ تکمیل مظہر

اب دیکھئے مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات! ختم رسالت کا یہ پہلو اور یہ مظہر تاحال تشنہ تکمیل ہے۔ اللہ نے بھیجا حضرت محمد ﷺ کو غلبہ دین کے لیے ﴿لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ﴾ تاکہ دین حق کو غالب کردیں تمام ادیان پر۔ اور بھیجا پوری نوعِ انسانی کے لیے۔ ان دونوں باتوں کو جوڑیے صغریٰ کبریٰ ملا دیجیے تو بعثت محمدیؐ کا مقصد یعنی تکمیل رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ جب کل نوعِ انسانی پر اللہ کا دین غالب آجائے۔ علامہ اقبال نے ''جوابِ شکوہ'' میں بڑی پیاری بات کہی ہے:

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے!
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!!

اللہ تعالیٰ ہمیں ختم نبوت کے ان تقاضوں کو سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

The Ridiculous Logic of Annexation: Israel and the Golan Heights

Any measure of annexation is based on the extension of a military's boots. Diplomats tend to be silenced before the noise of tanks, weaponry and garrisons. Countries may claim to possess territory but can only dream in the absence of military weight. When it came to the issue of negotiating the post-World War II agreements, Generalissimo Joseph Stalin of the Soviet Union had a clear sense of this in charting out Soviet influence in east European states. Israel also bullied its way into recognition, making sure that it acquired, at various stages, the Sinai, the West Bank, Gaza and the Golan Heights.

The status of the Golan Heights has been a disputed business since the 1949 armistice line hammered out between Syria and Israel. The seven-hundred-square-mile stretch features all gazing vantage points: Jordan to the south, Syria to the east, Lebanon to the north, and Israel to its west. To military advantage could also be added water security: the edge of the Golan Heights features the freshwater Sea of Galilee.

Israel remained convinced that the mandate lines of Palestine and Syria should have finalized the issue but rendered much of that moot with the seizure of the territory in the Six Day War of 1967. The UN Security Council proceeded to pass Resolution 242, calling for Israeli forces to be withdrawn from territories occupied during the conflict and *"acknowledgement of the sovereignty, territorial integrity and political independence of every state in the area and their right to live in peace within secure and recognized boundaries."* The international lawyers duly fussed over the wording and quibbled over niceties: the issue of "secure… boundaries" kept plaguing the issue, as Israel refused to budge; translation matters between the French and English versions of the resolution were also seized upon.

No international body was going to stop the Israeli push to incorporate the heights and do what it has become so adept at doing: colonising it into new reality. The Knesset showed its disdain in 1981 by adopting the Golan Heights Law, passed by 63 votes to 21, which effectively acknowledged that the law, jurisdiction and administration of Israel would be duly extended into the territory. Prime Minister Menachem Begin's views on 'Syrian hostility' was also cited as an excuse to extend the Israeli narrative of annexation and occupation for the future.

The recent turn of events centred on the 'Syrian unrest' and the 'Iranian threat' renewed the push for legalizing the illegal Israeli occupation of the Golan. Syria seemed to be collapsing, the Assad regime in dire straits. The position of Israel's unqualified and foremost ally was, at least notionally, with international reservation on the status of the Golan. But that contested state offered another overturned convention for the Trump administration and US foreign policy. On March 21, President Donald Trump decided, via his own chosen, special medium (Twitter), to claim that:

> **"After 52 years, it is time for the United States to fully recognize Israel's [s]overeignty over the Golan Heights."**
> ***@realDonaldTrump***
> **After 52 years it is time for the United States to fully recognize Israel's Sovereignty over the Golan Heights, which is of critical strategic and security importance to the State of Israel and Regional Stability!**

As is operating protocol in the administration, it was not initially clear whether Trump had merely cyber-aired an opinion in an act of spontaneous release or announced a genuine

policy shift. Those scrounging for some hook to hang their questions on did have an additional statement from National Security adviser John Bolton, also made on Twitter:

> *"To allow Golan Heights to be controlled by the likes of the Syrian or Iranian regimes would turn a blind eye to the atrocities of Assad and the destabilizing presence of Iran in the region. Strengthening Israel's security enhances our ability to fight common threats together."*

Unsurprisingly, for Bolton, there was no reference to the body of international norms he has come to regard as absent.

In Israel, clarity had cooled, and the mould set. Prime Minister Benjamin Netanyahu was convinced by Trump's meditations, revealing that the White House had been most accommodating towards a shift. Trump had "made history." Israeli sovereignty over the Golan Heights had been recognized, and there was no better time than now, *"when Iran is trying to use the Golan Heights as a platform for the destruction of Israel."* But in addition to the security justification came the old sinister and stretched notions of exclusive, lengthy habitation. *"Jews lived there for thousands of years and the people of Israel have come back to the Golan."*

Next to Netanyahu was US Secretary of State Mike Pompeo, who made the stumbling affirmation of the position: the Golan Heights were to be considered an appropriate "sovereign part of the State of Israel." Israelis should also *"know the battles they fought, the lives that they lost on that very ground, were worthy and meaningful."*

It all comes as a measure of grades. Start gradually, then push the issue with force and settlements. Over time, the attrition might convince; international opposition would melt away. The Golan-based human rights group Al-Marsad is gloomy about Syrians in the area, seeing the existential demise of its residents. *"Syrians in the occupied Golan face calculated Israeli efforts to restrict their building and land use, destroy their enterprise, cleanse their Arab culture, manipulate their Syrian identity, and suffocate their freedom of movement."*

The Trump decision, similarly to its stance on East Jerusalem, tilts the head of US foreign policy away from the basic principles of peace and security embedded in the UN Charter, as weak a document as it has proven to be over the years. It will also further muddy the waters with the Assad regime, ever keen to restore order as the bloody war painstakingly comes to a close. And as for the issue of Arab-Israeli peace? Forget it! Boots, construction and missiles are proving far more effective than diplomatic advances in the Israeli plan of a Grater Israel...

<u>Source</u>: *Adapted from an article written by Dr. Binoy Kampmark for Global Research*

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے

مبتدی نصاب کی آڈیو (mp3) ریکارڈنگ

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی آواز میں

کسی بھی ڈیوائس پر دستیاب ہے

☆ قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں ☆ رب ہمارا
☆ دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم ☆ راہ نجات
☆ حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے ☆ عزم تنظیم
☆ رسول ﷺ انقلاب کا طریقہ انقلاب ☆ تعارف تنظیم اسلامی
☆ تنظیم اسلامی کی دعوت ☆ تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر
☆ اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت
☆ انفرادی نجات اور اجتماعیت کے لیے قرآن کا لائحہ عمل

ملنے کا پتہ: ''دارالاسلام'' مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور
فون: 79-35473375(042)

تیار کردہ: انجمن خدام القرآن فیصل آباد
P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد
فون: 2437618-2437781(041)

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.15

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore